



نام کتاب : تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر الکلام المنان المعروف بتفسیر سعدی

(پارہ ۲۹)

مؤلف : فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق : عبدالرحمن بن معلّٰی اللویحی حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن : حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمہ تفسیر : پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

ناشر : دار السلام

٢٩ ٲارة نمبر أنتیس

نمبر شمار	نام سورت	صفءه نمبر	شمار ٲاره
٦٤	سورة الملك	2806	٢٩
٦٨	سورة القلم	2816	٢٩
٦٩	سورة الحاقة	2826	٢٩
٤٠	سورة المعارج	2836	٢٩
٤١	سورة نوح	2844	٢٩
٤٢	سورة الجن	2850	٢٩
٤٣	سورة المزمل	2859	٢٩
٤٣	سورة المدثر	2866	٢٩
٤٥	سورة القيامة	2874	٢٩
٤٦	سورة الدهر	2881	٢٩
٤٤	سورة المرسلات	2890	٢٩

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُلْكِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْمُلْكِ
(۶۷)آیت ۳۰
رُكُوعَاتُهَا ۲

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱۶)

تَبَرَّكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ
 بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات کہ اس کے ہاتھ میں ہے (تمام) بادشاہی اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ۝ وہ جس نے پیدا کیا موت
وَالْحَيَوَةَ لِيُبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝۲ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ۝۳ الَّذِي خَلَقَ
 اور حیات کو تاکہ وہ آزمائے تمہیں، کون تم میں سے اچھا ہے عمل میں؟ اور وہ بڑا زبردست، خوب بخشنے والا ہے ۝ وہ جس نے پیدا کیا
سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ ۝۴ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۝۵ هَلْ تَرَىٰ
 سات آسمان اوپر نیچے نہیں دیکھے گا تو رحمن کے پیدا کرنے میں کوئی فرق پس لوٹا تو نگاہ کو کیا تو دیکھتا ہے
مِنْ فُطُورٍ ۝۶ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ
 کوئی شگاف؟ ۝ پھر لوٹا تو نگاہ کو دوبارہ (بار بار) لوٹ آئے گی تیری طرف نگاہ
خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝۷

ذلیل ہو کر اس حال میں کہ وہ تھکی ماندی ہوگی ۝

﴿تَبَرَّكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ یعنی وہ ہستی بہت عظمت والی اور بہت بلند ہے، اس کی بھلائی بہت زیادہ
 اور اس کا احسان عام ہے۔ یہ اس کی عظمت ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کا اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی ہے
 جس نے اس کو پیدا کیا ہے، وہ جیسے چاہتا ہے احکام دینی اور احکام قدری میں تصرف کرتا ہے جو اس کی حکمت کے
 تابع ہوتے ہیں۔ اس کی عظمت اور اس کی قدرت کا کمال ہے جس کی بنا پر وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسی قدرت کے
 ذریعے سے اس نے بڑی بڑی مخلوقات، مثلاً: آسمان اور زمین کو وجود بخشا اور ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَوَةَ﴾
 ”اس نے موت و حیات کو پیدا کیا“، یعنی اس نے اپنے بندوں کے مقدر کیا کہ وہ ان کو زندگی عطا کرے، پھر موت
 سے ہم کنار کرے ﴿لِيُبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ تاکہ وہ آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے زیادہ صاحب
 اخلاص اور کون سب سے زیادہ راہِ صواب پر ہے۔ یہ آزمائش اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کر
 کے ان کو اس دنیا میں بھیجا، انھیں یہ بھی بتا دیا کہ انھیں عنقریب یہاں سے منتقل کیا جائے گا، ان کو اوامر و نواہی دیے
 اور اپنے ان اوامر کی معارض شہوات کے ذریعے سے ان کو آزمایا۔ پس جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کے
 سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں بہترین جزا دے گا اور جو کوئی شہوات نفس کی طرف مائل
 ہوا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کو دور پھینک دیا تو اس کے لیے بدترین سزا ہے۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ تمام غلبہ اسی کا ہے

جس کے ذریعے سے وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور مخلوقات اس کی مطیع ہے۔ ﴿النَّفُورُ﴾ وہ بدکاروں، کوتاہی کرنے والوں اور گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے، خاص طور پر جب وہ توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کریں، وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ آسمان کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہوں، وہ ان کے عیوب کو چھپاتا ہے، خواہ وہ زمین بھر ہوں۔

﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَوَاتٍ طَبَاقًا﴾ یعنی اس نے آسمانوں کو ایک ہی طبق نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک دوسرے کے اوپر بنایا، ان کو انتہائی خوبصورتی اور مضبوطی کے ساتھ پیدا کیا ﴿مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ ”تم رحمن کی تخلیق میں کوئی بے ربطی نہیں دیکھو گے“، یعنی خلل اور نقص۔ جب نقص کی ہر لحاظ سے نفی ہو گئی تو وہ ہر لحاظ سے خوبصورت، کامل اور متناسب بن گئے، یعنی اپنے رنگ میں، اپنی ہیئت میں، اپنی بلندی میں، اپنے سورج، کواکب، ثوابت اور سیارات میں خوبصورت اور متناسب ہیں۔ چونکہ ان کا کمال معلوم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار دیکھنے اور ان کے کناروں میں غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿فَازْجِعِ الْبَصَرَ﴾ عبرت کی نظر سے دیکھنے کے لیے اس پر دوبارہ نگاہ ڈال ﴿هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُوْرٍ﴾ کیا تجھے کوئی نقص اور خلل نظر آتا ہے؟

﴿ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾ ”پھر لوٹا تو نگاہ کو دوبارہ بار بار۔“ اس سے مراد کثرت تکرار ہے ﴿يَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيْرٌ﴾ ”نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی“، یعنی کوئی خلل اور کوئی نقص دیکھنے سے عاجز آکر واپس لوٹے گی اور خواہ وہ خلل دیکھنے کی بے انتہا خواہش رکھتی ہو، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہایت صراحت کے ساتھ آسمانوں کی خوبصورتی کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحٍ وَجَعَلْنَهَا رُجُومًا لِلشَّيْطٰنِ وَاعْتَدْنَا لَهُمْ

اور البتہ تحقیق زینت دی ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے اور بنایا ہم نے ان کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ اور تیار کیا ہے ہم نے ان (شیطانوں) کیلئے

عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

عذاب بھڑکتی آگ کا ۝ اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا ساتھ اپنے رب کے عذاب جہنم ہے اور برا ٹھکانا ہے (وہ) ۝

اِذَا الْقَوَا فِيْهَا سَبَّحُوْا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُوْرٌ ۝ تَكَادُ تَبْكِيْزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا

جب ڈالے جائینگے وہاں (جہنم) میں تو سنیں گے اس کا دہاڑنا جبکہ وہ جوش ماری ہوگی ۝ قریب ہے کہ پھٹ پڑے گی غیظ (وغضب) سے جب بھی

اَلْقَى فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَاۤءَنَا

ڈالا جائیگا اس میں کوئی گروہ تو پوچھیں گے ان سے اس کے محافظ کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا ۝ وہ کہیں گے ہاں یقیناً آیا تھا ہمارے پاس

نَذِيْرٌ ۖ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ

ایک ڈرانے والا تو جھٹلایا تھا ہم نے اسے اور کہا تھا ہم نے نہیں نازل کی اللہ نے کوئی چیز نہیں ہو تم مگر گمراہی میں

كَيْبَرُ ④ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ①

بہت بڑی ○ اور وہ کہیں گے، اگر ہم سنتے اور سمجھتے ہوتے تو نہ ہوتے ہم دوزخیوں میں ○

یعنی ہم نے جمال بخشا ﴿السَّمَاءُ الدُّنْيَا﴾ ”دنیا کے آسمان کو“ جسے تم دیکھ رہے ہو اور جو تمہارے قریب اور متصل ہے۔ ﴿بِمَصَابِيحٍ﴾ ”چراغوں کے ساتھ“ اس سے مراد مختلف اقسام کی روشنیاں رکھنے والے ستارے ہیں کیونکہ اگر آسمان میں ستارے نہ ہوتے تو یہ ایک تاریک چھت ہوتی جس میں کوئی حسن و جمال نہ ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو آسمان کی زینت، حسن و جمال اور راہ نما بنایا جن کے ذریعے سے بحر و بر میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر کہ اس نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا، اس امر کے منافی نہیں کہ بہت سے ستارے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہوں کیونکہ آسمان شفاف ہوتے ہیں اور اگر آسمان دنیا پر ستارے نہ بھی ہوں تو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کے ذریعے سے آسمان دنیا کو زینت حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿وَجَعَلْنَاهَا﴾ اور بنایا ہم نے چراغوں کو ﴿رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ﴾ ”شیطانوں کو مارنے کا آلہ“ جو آسمانوں سے خبر چوری کرنا چاہتے ہیں، پس یہ شہاب، جنھیں ستاروں سے شیاطین پر پھینکا جاتا ہے، انھیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کے اندر شیاطین کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ﴿وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ﴾ اور آخرت میں ان کے لیے تیار کیا ہے ﴿عَذَابَ السَّعِيرِ﴾ ”بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب“ کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی اور اس کے بندوں کو گمراہ کیا، اس لیے ان کی پیروی کرنے والے کفار انہی کی مانند ہیں، ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ النَّصِيرُ﴾ ”اور جن لوگوں نے اپنے رب کا انکار کیا، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور برا ٹھکانا ہے۔“ وہ ایسا ٹھکانا ہے کہ وہاں کے لوگوں کو بے حد رسوا کیا جائے گا۔

﴿إِذَا أُلْقُوا فِيهَا﴾ جب ذلت اور رسوائی کے ساتھ ان کو جہنم کے اندر پھینک دیا جائے گا ﴿سَبْعُ أَلْفَ شَهِينًا﴾ تو وہ جہنم کی بہت بلند اور انتہائی کریمہ آواز سنیں گے ﴿وَهِيَ تَقُورُ﴾ اور حالت یہ ہوگی کہ جہنم جوش مار رہی ہوگی۔ ﴿تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ﴾ ”گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔“ یعنی مجتمع ہونے کے باوجود، یوں لگتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائے گی اور کفار پر مارے غیظ و غضب کے پھٹ کر ٹکڑے ہو جائے گی۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو جہنم ان کے ساتھ کیا کرے گی؟

جہنم کا دار و غدا اہل جہنم کو جو زجر و توبخ کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كُلَّمَا أُنْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ﴾ ”جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے

داروغے ان سے پوچھیں گے، کیا تمہارے پاس کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا تھا؟“ یعنی تمہارے اس حال اور تمہارے جہنم کے مستحق ہونے سے یوں لگتا ہے گویا کہ تمہیں اس کے بارے میں آگاہ ہی نہیں کیا گیا اور متنبہ کرنے والوں نے تمہیں کبھی اس سے متنبہ ہی نہیں کیا۔ ﴿وَقَالُوا بَلٰی قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِي ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ ”وہ کہیں گے، کیوں نہیں! ضرور ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلادیا اور کہا کہ اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔“ پس انھوں نے نبی کی تکذیب خاص اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہر چیز کی تکذیب عام کو جمع کر دیا اور انھوں نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انھوں نے متنبہ کرنے والے رسولوں کو علی الاعلان گمراہ کہا، حالانکہ وہی تورادکھانے والے اور سیدھی راہ پر ہیں پھر انھوں نے مجرد گمراہی کے فتوے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی ”گمراہی“ کو ”بہت بڑی گمراہی“ قرار دیا، تب کون سا عناد، تکبر اور ظلم اس کے مشابہ ہو سکتا ہے؟

﴿وَقَالُوا﴾ رشد و ہدایت کے اہل نہ ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ”اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے، تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔“ پس وہ اپنی ذات سے ہدایت کے تمام راستوں کی نفی کریں گے اور وہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اور رسول کی لائی ہوئی کتاب کو سننا اور عقل جو صاحب عقل کو فائدہ دیتی ہے، جو اسے حقائق اشیا، بھلائی کو ترجیح دینے اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنے پر بھڑاتی ہے جس کا انجام قابلِ مذمت ہو۔ مگر ان کے پاس تو سماعت ہے نہ عقل۔ ان کا یہ رویہ اہل یقین و عرفان اور اربابِ صدق و ایمان کے رویے کے برعکس ہے کیونکہ انھوں نے سمعی دلائل سے اپنے ایمان کی تائید کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور جو کچھ رسول ﷺ لے کر آئے انھوں نے اسے حصول علم، معرفت اور عمل کے لیے سنا، نیز انھوں نے عقلی دلائل کے ذریعے سے گمراہی میں سے ہدایت، قبیح میں سے حسین اور شر میں سے خیر کی معرفت حاصل کی، وہ اپنے ایمان میں منقول و معقول کی اقتدا کے مطابق تھے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا تھا۔ پاک ہے وہ ذات جو بندوں میں سے جسے چاہتی ہے اپنے فضل کے لیے مختص کرتی ہے اور جسے چاہتی ہے اپنے احسان سے بہرہ مند کرتی ہے اور جو بھلائی کے قابل نہیں ہوتا اسے تنہا چھوڑ دیتی ہے۔

جہنم میں داخل ہونے والوں اور اپنے ظلم و عناد کا اعتراف کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۖ فَسُحِقًا لِأَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

سو اعتراف کریں گے وہ اپنے گناہ (جرم) کا، پس دوری ہے واسطے دوزخیوں کے ○

یعنی ان کے لیے رحمت الہی سے دوری، خسارہ اور بدبختی ہے، وہ کتنے بد بخت اور کس قدر ہلاکت میں مبتلا ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ثواب کو کھودیا اور جہنم کا ایندھن بنے، جو ان کے ابدان میں بھڑکتی رہے گی اور ان

کے دلوں سے پٹتی رہے گی!

اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿١٦﴾

بلاشبہ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر بہت بڑا ○

اللہ تعالیٰ نے بد بخت فاجروں کا ذکر کیا تو سعادت مند نیک لوگوں کا وصف بھی بیان کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ بے شک وہ لوگ جو اپنے تمام احوال میں اپنے رب سے ڈرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس وہ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کرتے ہیں نہ اس کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی کرتے ہیں جو ان کو دیا گیا ہے ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ان کے لیے ان کے گناہوں کی بخشش ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کو بخش دیا تو اس نے ان کو ان گناہوں کے شر سے اور جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ ﴿وَوَ﴾ ”اور“ ان کے لیے ﴿اَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ بڑا اجر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں تیار کر رکھا ہے، یعنی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں، بہت بڑی بادشاہی، پیہم لذتیں، محلات، بالا خانے، خوبصورت حوریں، خدمت گار اور خدمت کرنے والے لڑکے۔ اس سے بھی عظیم تر اور بڑا اجر رحمن کی رضا ہے جو جنت کے رہنے والوں کو حاصل ہوگی۔

وَاَسْرُوْا قَوْلَكُمْ اَوٰجِهْرُوْا بِهٖ ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٧﴾ اَلَا يَعْلَمُ

اور تم چپا کر کرو اپنی بات یا پکار کر کرو اس کو بلاشبہ وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○ کیا (بھلا) نہیں جانے گا وہ

مَنْ خَلَقَ ط وَهُوَ اللّٰطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾

جس نے (سب کو) پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خبردار (بھی) ہے ○

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے وسیع علم، بے پایاں لطف و کرم کے بارے میں خبر ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاَسْرُوْا قَوْلَكُمْ اَوٰجِهْرُوْا بِهٖ﴾ ”اور تم پوشیدہ کہو یا ظاہر“ یعنی اس کے لیے دونوں برابر ہیں، دونوں میں سے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، پس ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ﴾ وہ سینے میں چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کو بھی جانتا ہے، وہ ان اقوال کو کیوں کر نہیں جانتا جن کو سنا جاسکتا ہے اور جن کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پر عقلی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ یعنی وہ ہستی جس نے مخلوق کو نہایت مہارت سے اور بہترین طریقے سے پیدا کیا ہے وہ سینوں کے بھید کیونکر نہ جانتی ہو گی؟ ﴿وَهُوَ اللّٰطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ اس کے علم و خبر بہت لطیف ہیں حتیٰ کہ وہ سینے کے بھیدوں، ضمیر کے رازوں، تمام چھپی ہوئی چیزوں، خفیہ امور اور غیب کو جانتا ہے، وہی ہے جو ﴿يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی﴾ (طہ: ۷۱۲۰) ”چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے۔“

(اللطيف) کے معانی میں سے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندے اور دوست کے ساتھ نہایت لطف و کرم سے پیش آتا ہے، اس کے ساتھ احسان اور نیکی اس طرح کرتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے شر سے ایسے بچاتا ہے جس کا اسے وہم و گمان نہیں ہوتا، وہ اسے ایسے اسباب کے ذریعے سے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے جو بندے کے تصور میں بھی نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اسے ناگوار حالات کا مزا چکھاتا ہے تاکہ ان کے ذریعے سے اسے جلیل القدر محبوبات اور اعلیٰ مطالب و مقاصد تک پہنچائے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا

وہ وہ ذات ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو نرم (مسخر) سو چلو پھرو تم اس کے راستوں میں اور کھاؤ

مِنْ رِّزْقِهِ ط وَالْيَهُ النُّشُورُ ۝۱۵

اس (اللہ) کے رزق میں سے اور اسی کی طرف ہے قبروں سے اٹھ کر جانا ○

یعنی وہی ہے جس نے زمین کو مسخر کر دیا اور اسے تمہارا مطیع کر دیا تاکہ تم اس میں سے ہر وہ چیز حاصل کر سکو جس سے تمہاری حاجات متعلق ہیں، مثلاً: باغات لگانا، عمارتیں تعمیر کرنا، کھیتیاں لگانا اور ایسی شاہراہیں بنانا جو تمہیں دور دراز ملکوں اور شہروں تک پہنچاتی ہیں ﴿فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا﴾ ”پس تم اس کی راہوں میں چلو پھرو“ یعنی طلب رزق و مکاسب کے لیے ﴿وَكُلُوا مِنْ رِّزْقِهِ وَالْيَهُ النُّشُورُ﴾ ”اور اللہ کے رزق سے کھاؤ اور اسی کی طرف جی اٹھنے کے بعد جانا ہے۔“ یعنی اس گھر سے منتقل ہو کر جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے امتحان گاہ اور ایسا وسیلہ بنایا ہے جس کے ذریعے سے آخرت کے گھر تک پہنچا جاتا ہے، تمہارے مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھا کیا جائے گا تاکہ وہ تمہیں تمہارے اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا دے۔

ءَاَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضُ فَاِذَا هِيَ تَمُورُ ۝۱۶ اَمْ اَمِنْتُمْ

کیا بے خوف ہو گئے ہو تم اس (اللہ) سے جو آسمان میں ہے یہ کہ وہ صنادے تمہیں زمین میں تو ناگہاں وہ (تیز) تیز حرکت کرنے لگے ○ کیا بے خوف ہو گئے ہو تم

مِّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ط فَسْتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ۝۱۷

اس (اللہ) سے جو آسمان میں ہے یہ کہ وہ بھیجے تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی پس عنقریب جان لو گے تم کیسا ہے میرا ڈرانا ○

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۱۸

اور تحقیق تکذیب کی تھی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے پس کیسا تھا میرا عذاب ○

یہ اس شخص کے لیے تہدید و وعید ہے جو اپنی سرکشی، تعدی اور نافرمانی پر جما ہوا ہے جو سزا اور عذاب کے نزول کی موجب ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ءَاَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ﴾ ”کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، نڈر ہو۔“ اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی مخلوق پر بلند ہے ﴿اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضُ فَاِذَا هِيَ تَمُورُ﴾ ”کہ وہ تم کو زمین میں

دھنسا دے اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے، تمہیں لے کر کاٹنے لگے اور تم ہلاک اور تباہ و برباد ہو جاؤ۔

﴿اَمْرًا مِّنْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا﴾ ”کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے، بے خوف ہو کہ وہ تم پر پتھر برسا دے۔“ یعنی آسمان سے عذاب نازل کرے، تم پر پتھر برسائے اور اللہ تعالیٰ تم سے انتقام لے ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرٌ﴾ یعنی تمہیں عنقریب معلوم ہوگا کہ وہ عذاب تم پر کیسے آتا ہے جس کے بارے میں تمہیں رسولوں اور کتابوں نے ڈرایا تھا۔ پس تم یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین اور آسمان کے عذاب سے تمہارا محفوظ و مامون ہونا تمہیں کوئی فائدہ دے گا۔ تم عنقریب اپنے کرتوتوں کا انجام ضرور دیکھو گے، خواہ یہ مدت لمبی ہو یا چھوٹی کیونکہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے بھی جھٹلایا جیسے تم نے جھٹلایا ہے تو دیکھ لو کیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس تکذیب سے روکا؟ اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب سے پہلے انہیں دنیا میں عذاب کا مزا چکھایا، اس لیے ڈرو کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفٌّ وَّيَقْبُضْنَ ط مَا يُسْكِنُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ط

کیا انہیں دیکھا انہوں نے (اڑتے) پرندوں کی طرف اپنے اوپر پر پھیلاتے اور سمیٹتے ہوئے؟ نہیں تھا مگر (اللہ) رحمن ہی

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ

بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے ○

یہ عتاب ہے اور پرندوں کی حالت پر غور کرنے کی ترغیب ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کیا اور پھر ان کے لیے فضا اور ہوا کو مسخر کیا جس میں وہ پرواز کے لیے پر پھیلائے پھرتے ہیں، نیچے اترنے کے لیے اپنے پروں کو اکٹھا کرتے اور فضا میں اپنے ارادے اور ضرورت کے مطابق ادھر ادھر تیرتے پھرتے ہیں۔ ﴿مَا يُسْكِنُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ ”انہیں اللہ رحمن ہی تھا مے ہوئے ہے۔“ پس رحمن ہی ہے جس نے ان کے لیے فضا، بیسٹ کو مسخر کیا اور ان کو ایسی حالت میں پیدا کیا جو پرواز کے لیے مناسب ہے۔ پس جو کوئی پرندوں کی حالت میں غور کر کے عبرت حاصل کرتا ہے تو ان کی یہ حالت اس کیلئے قدرت الہی اور عنایت ربانی پر دلالت کرتی ہے، نیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ”بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔“ وہ اپنے بندوں کے لیے ان کے لائق احوال اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تدبیر کرتا ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ط اِنَّ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا

بھلا کون ہے جو وہ لشکر ہو تمہارا کہ وہ مدد کرے تمہاری سوائے رحمن کے؟ نہیں ہیں کافر مگر

فِيْ غُرُوْرٍ ۙ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۙ

دھوکے ہی میں ○ بھلا کون ہے وہ جو رزق دے تمہیں اگر روک لے رحمن اپنا رزق؟

بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۝۱۱

بلکہ وہ اڑے ہوئے ہیں سرکشی اور (حق سے) گریز پر ○

اللہ تعالیٰ اپنے امر سے دور بھاگنے اور حق سے روگردانی کرنے والے سرکشوں سے فرماتا ہے: ﴿ اَمَنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ﴾ یعنی جب رحمن تمہارے ساتھ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو کون سا تمہارا لشکر اس برائی کو تم سے دور کر سکتا ہے؟ یعنی رحمن کے سوا تمہارے دشمنوں کے خلاف کون تمہاری مدد کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والا، عزت عطا کرنے والا اور ذلت سے ہم کنار کرنے والا ہے اور اس کے سوا تمام مخلوق کسی بندے کی مدد کے لیے اکٹھی ہو جائے تو کسی بھی دشمن کے خلاف اسے ذرہ بھر فائدہ نہیں دے سکتی۔ پس کفار کا یہ جان لینے کے بعد کہ رحمن کے سوا کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا، اپنے کفر پر جسے رہنا فریب اور حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

﴿ اَمَنْ هٰذَا الَّذِي يَزِيْزُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ﴾ یعنی رزق تمام تر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اگر وہ تم سے رزق کو روک لے تو کون تمہارے لیے رزق بھیج سکتا ہے؟ کیونکہ مخلوق تو خود اپنے رزق پر قادر نہیں، دوسروں کو کیسے رزق دے سکتی ہے؟ بندوں کو جو نعمت عطا ہوتی ہے وہ صرف اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ پس رزق عطا کرنے والی اور نعمتوں سے بہرہ ور کرنے والی ہستی ہی اس بات کی مستحق ہے کہ اسی ایک کی عبادت کی جائے۔ مگر کفار ﴿ لَّجُّوْا ﴾ جھے ہوئے ہیں ﴿ فِيْ عُتُوٍّ ﴾ حق کے معاملے میں سختی اور درشتی میں ﴿ وَّ نُفُوْرٍ ﴾ اور نفرت میں۔ یعنی حق سے دور بھاگتے ہیں۔

اَفَمَنْ يَّمْسِكُ عَلَيْكَ وُجْهَكَ اَهْدٰى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا

کیا پس جو شخص چلتا ہے اونڈھا اپنے چہرے کے بل (وہ) زیادہ ہدایت والا ہے یا وہ شخص جو چلتا ہے سیدھا

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۲

اور پر صراطِ مستقیم کے؟ ○

یعنی ان دو شخصوں میں سے کون زیادہ ہدایت کی راہ پر ہے؟ کیا وہ شخص جو گمراہی میں سرگشتہ پھرتا ہے، اپنے کفر میں غرق ہے اور اس کی سمجھ الٹ گئی ہے اس کے نزدیک حق باطل اور باطل حق بن چکا ہے یا وہ شخص جو حق کا علم رکھنے والا، حق کو ترجیح دینے والا، حق پر عمل کرنے والا اور اپنے اقوال و افعال اور تمام احوال میں صراطِ مستقیم پر گامزن ہے؟ ان دونوں اشخاص کے احوال پر مجرد ایک نظر ڈالنے سے ہدایت یافتہ اور گمراہ کے درمیان فرق معلوم ہو جائے گا۔ احوال، اقوال سے بڑے گواہ ہیں۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ط قَلِيْلًا

کہہ دیجئے: وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا تمہیں اور اس نے بنائے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل، بہت ہی کم

مَا تَشْكُرُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَيَقُولُونَ

شکر کرتے ہو تم ○ کہہ دیجئے: وہ (اللہ) وہ ذات ہے جس نے پھیلایا تمہیں زمین میں اور اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے تم ○ اور کہتے ہیں وہ (کافر)؟

مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَّا الْعِلْمُ

کب ہو گا یہ وعدہ (قیامت) اگر ہو تم سچے ○ کہہ دیجئے! بلاشبہ اس کا علم تو صرف

عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نٰذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾

اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں صریح ○

اللہ تعالیٰ یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے کہ وہی اکیلا معبود ہے، اپنے بندوں کو اپنے شکر کی طرف بلاتے ہوئے اور عبادت میں اپنے متفرد ہونے کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿قُلْ هُوَ الَّذِي اَنْشَأَكُمْ﴾ یعنی وہی ہے جو کسی معاون اور مددگار کے بغیر تمہیں عدم سے وجود میں لایا، جب اس نے تمہیں پیدا کیا تو کانوں، آنکھوں اور دلوں کے ساتھ تمہارے وجود کی تکمیل کی جو بدن کے نافع ترین اور کامل ترین جسمانی اعضا ہیں۔ مگر ان نعمتوں کے باوجود ﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ”تم کم ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہو“ تم میں شکر گزار لوگ اور شکر گزاری بہت کم ہے۔

﴿قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ ”کہہ دیجئے کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا۔“ یعنی اس نے تمہیں زمین کے چاروں سمت پھیلایا اور اس کے کناروں تک تمہیں آباد کیا، تمہیں امر و نہی کا مکلف کیا، تمہیں نعمتوں سے سرفراز فرمایا جن سے تم فائدہ اٹھاتے ہو، پھر اس کے بعد قیامت کے دن وہ تمہیں اکٹھا کرے گا۔ مگر یہ معاندین حق، جزا و سزا کے اس وعدے کا انکار کرتے ہیں ﴿وَيَقُولُونَ﴾ اور تکذیب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟“ انھوں نے انبیاء کی صداقت کی علامت یہ رکھی کہ انھیں قیامت کے دن کی آمد کے وقت کے بارے میں آگاہ کریں، جبکہ یہ ظلم اور عناد ہے۔ پس اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں اور نہ اس خبر اور اس کے وقوع کے وقت کی خبر میں کوئی تلازم ہی ہے کیونکہ صداقت اپنے دلائل سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صحت پر دلائل و براہین قائم کر دیے ہیں، اس شخص کے لیے ادنیٰ سا شک نہیں رہتا جو توجہ کے ساتھ سنتا ہے۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ

پس جب وہ دیکھیں گے اس (عذاب قیامت) کو قریب ہی تو بگڑ جائیگے چہرے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائیگا یہ ہے وہ جو تھے تم

بِهٖ تَدْعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنِيْ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمْنَا لَا فَنَسُنَّ

(دنیا میں) اس کو مانگتے ○ کہہ دیجئے: خبر دو تم مجھے اگر ہلاک کر دے مجھے اللہ اور ان کو بھی جو میرے ساتھ ہیں یا وہ تم کرے ہم پر تو کون ہے

يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اَمَّنًا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا

وہ جو نہادے کافروں کو دردناک عذاب سے؟ ○ کہہ دیجئے: وہ (اللہ) نہایت مہربان ہے ہم ایمان لائے اس پر اور اسی پر توکل کیا ہم نے

فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ

پس عنقریب تم جان لو گے کون ہے وہ جو صبح گمراہی میں ہے؟ ○ کہہ دیجئے: خبر دو تم مجھے اگر ہو جائے تمہارا پانی

غَوْرًا فَمَنْ يَّاتِيكُمْ بِمَآءٍ مَّعِينٍ ﴿٣٠﴾

گہرا تو کون ہے وہ کہ لے آئے وہ تمہارے پاس پانی بہتا ہوا؟ ○

کفار کی تکذیب اور اس بنا پر ان کے فریب کا محل و مقام اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اس دنیا میں ہیں، جب جزا و سزا کا دن ہوگا اور وہ عذاب کو ﴿زُلْفَةً﴾ اپنے قریب دیکھیں گے تو یہ انھیں بہت برا لگے گا اور انھیں خوف زدہ کر دے گا، ان کے چہرے بدل جائیں گے، ان کی تکذیب پر انھیں زجر و توبخ کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: ”یہ وہی ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ آج تم نے اسے عیاں دیکھ لیا ہے اور تمام معاملہ تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا ہے، تمہارے تمام اسباب منقطع ہو گئے ہیں اور اب عذاب بھگتنے کے سوا کچھ باقی نہیں۔“

چونکہ رسول مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلانے والے جو آپ کی دعوت کو ٹھکراتے تھے، آپ کی ہلاکت اور آپ کے بارے میں گردش زمانہ کے منتظر تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہیں کہ اگر تمہاری آرزو پوری ہو بھی جائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے تو یہ چیز تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی، کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور تم عذاب کے مستحق بن گئے۔ پس اب تمہیں دردناک عذاب سے کون بچا سکتا ہے جس کا تم پر واقع ہونا حتمی ہے؟ تب میری ہلاکت کے بارے میں تمہاری مشقت اور حرص غیر مفید ہے اور وہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گی۔

انھوں نے اپنے اس قول کا..... کہ وہ ہدایت پر ہیں اور رسول ﷺ گمراہی پر ہیں..... اعادہ کیا، اس کے اظہار میں جرأت دکھائی، اس پر جھگڑا اور لڑائی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنے حال اور آپ کی پیروی کرنے والوں کے حال سے آگاہ کر دیں جس سے ہر شخص پر ان کی ہدایت اور تقویٰ واضح ہو جائے اور وہ یہ کہنے کا حکم تھا: ﴿اَمَّنًا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ”ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اس پر توکل کیا“ اور ایمان، باطنی تصدیق اور اعمال باطنہ و ظاہرہ کو شامل ہے۔

چونکہ تمام اعمال کا وجود اور ان کا کمال توکل پر موقوف ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام اعمال میں سے توکل کا خاص طور پر ذکر کیا ورنہ توکل، ایمان اور اس کے جملہ لوازم میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ (المائدہ: ۲۳/۵) ”اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو۔“ جب

رسول ﷺ اور ان لوگوں کا یہ حال ہے جو آپ کی پیروی کرتے ہیں..... اور یہ ایسا حال ہے جو فلاح کے لیے متعین ہے اور جس پر سعادت موقوف ہے..... اور آپ کے دشمنوں کا حال اس کے متضاد ہے، پس ان کے پاس ایمان ہے نہ توکل تب اس سے معلوم ہو گیا کہ کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ نعمتیں عطا کرنے میں اکیلا اور متفرد ہے، خاص طور پر پانی کی نعمت جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر زندہ چیز کو پیدا کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا﴾ ”کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے۔“ یعنی گہرا چلا جائے ﴿فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ﴾ ”تو کون ہے جو تمہارے لیے شیریں پانی کا چشمہ بہالائے“ جس کو تم خود پیتے ہو، اپنے موبیشیوں کو پلاتے ہو اور اپنے باغات اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہو؟ یہ استفہام بمعنی نفی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس پر قادر نہیں۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقَلَمِ

سُورَةُ الْقَلَمِ (۱۲۱ مَائِكَتَةً) بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (اللہ کے نام سے، شروع ابو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے)

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝۱ مَا أَنْتَ بِمُعْجِزٍ ۝۲ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا

ن، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں ۝ نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے ۝ اور بلاشبہ آپ کیلئے البتہ اجر ہے غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝۳ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصُرُونَ ۝۵ بِأَيْسِكُمْ

نہ تم کیا جانو لا ۝ اور بیشک آپ غلظت عظیم پر (فازن) ہیں ۝ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے ۝ کہ کون تم میں سے الْمَفْتُونُ ۝۶ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۝۷

دیوانہ ہے؟ ۝ بلاشبہ آپ کا رب وہی خوب جانتا ہے اس کو جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝۸

اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ ”قلم“ کی قسم کھاتا ہے۔ یہ اسم جنس ہے جو ان تمام اقلام کو شامل ہے جن کے ذریعے سے مختلف علوم کو لکھا جاتا ہے اور جن کے ذریعے سے منشور اور منظوم کلام کو احاطہ تحریر میں لایا جاتا ہے اور یہ اس حقیقت پر قسم ہے کہ قلم اور جو اس کے ذریعے سے مختلف انواع کا کلام لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جو اس امر کی مستحق ہے کہ محمد ﷺ کی ان عیوب کے بارے میں براءت پر اس کی قسم کھائی جائے جو آپ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یعنی جنون وغیرہ۔ پس آپ کے رب کی نعمت اور احسان سے ان عیوب کی آپ سے نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل کامل، عمدہ رائے اور فصاحت و بلاغت سے لبریز

اپنی رائے نہیں تھوپتے تھے بلکہ ان کے ساتھ مشاورت کر کے ان کی رائے لیتے تھے، ان کے اچھے کام کو قبول کر لیتے اور برائی کرنے والے سے درگزر کرتے تھے، کسی ہم نشین کے ساتھ معاشرت کرتے تو کامل ترین اور بہترین طریقے سے معاشرت کرتے، آپؐ کبھی اپنی پیشانی پر بل ڈالتے نہ آپؐ کبھی کوئی سخت بات کہتے، نہ آپؐ اس سے منہ موڑتے، نہ آپؐ اس کی زبان کی لغزش پر گرفت کرتے اور نہ اس کی طرف سے کسی سخت رویے پر مواخذہ فرماتے بلکہ اس کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے اور اسے انتہائی حد تک برداشت کرتے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو بلند ترین مقام پر فائز فرمایا اور آپؐ کے دشمن آپؐ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ آپؐ مجنون اور دیوانے ہیں تو فرمایا: ﴿فَسَبِّصْهُ وَيُبْصِرْ ۚ وَبِأَيْكُمْ الْمَقْتُولُ﴾ ”پس عنقریب آپؐ دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔“ اور یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ آپؐ لوگوں میں سب سے زیادہ ہدایت یافتہ، اپنے لیے اور دوسروں کے لیے سب سے زیادہ کامل ہیں، نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپؐ کے دشمن، لوگوں میں سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے زیادہ شر پسند ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے بندوں کو فتنے میں ڈالا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم کافی ہے، وہی محاسبہ کرنے والا اور جزا دینے والا ہے۔ اور ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِمَا فِي صُلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ ”وہ اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔“ اس میں گمراہ لوگوں کے لیے تہدید اور ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے وعدہ ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا بیان ہے کہ وہ اس شخص کو ہدایت سے نوازتا ہے جو ہدایت کے لائق ہوتا ہے۔

فَلَا تَطْعِ الْمُكَذِّبِينَ ۙ ۙ وَذُوَا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۙ وَلَا تَطْعِ كُلَّ حَلَّافٍ

پس نہ اطاعت کریں آپؐ کو کذب کرنے والوں کی ۙ وہ چاہتے ہیں کہ آپؐ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں ۙ اور نہ اطاعت کریں آپؐ ہر قسم کے کھانیوالے

مُهِينَ ۙ ۙ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۙ ۙ مَّتَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۙ ۙ عُتْلٍ بَعْدَ

نہایت حقیر کی ۙ جو بڑا ہی عیب جوڑتا پھرتا چغل خور ہے ۙ بہت روکنے والا بھلائی سے حد سے گزرنے والا سخت گناہ گار ہے ۙ اُتْعَدُ علاوہ

ذٰلِكَ زَنِيمٍ ۙ ۙ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ ۙ ۙ اِذَا تُثْلٰی عَلَيْهِ اِنتِنَا

اس کے حرام زادہ ہے ۙ یہ اس لئے کہ (وہ) مال اور بیٹوں والا ہے ۙ جب تلاوت کی جاتی ہیں اس پر ہماری آیات

قَالَ اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ۙ ۙ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرُطُوْمِ ۙ ۙ

تو کہتا ہے (یہ) افسانے ہیں پہلوؤں کے ۙ عنقریب ہم داغ لگائیں گے اسے (اس کی) سوڈ (ناک) پر ۙ

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَطْعِ الْمُكَذِّبِينَ﴾ جنہوں نے آپؐ کو جھٹلایا اور حق کے

ساتھ عناد رکھا یہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے کیونکہ یہ صرف اسی بات کا حکم دیتے ہیں جو ان کی

خواہشات نفس کے موافق ہوتی ہے اور یہ باطل کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ پس ان کی اطاعت کرنے والا اس چیز کی طرف بڑھتا ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ آیت کریمہ ہر جھٹلانے والے اور ہر اس اطاعت کے لیے عام ہے جو تکذیب سے جنم لیتی ہے اگرچہ اس کا سیاق ایک خاص معاملے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے آپ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ان کے معبودوں اور ان کے دین کے بارے میں خاموش ہو جائیں، وہ بھی آپ کے بارے میں خاموش رہیں گے، لہذا فرمایا: ﴿وَدُّوا﴾ یعنی مشرکین چاہتے ہیں ﴿تَوَدُّهُمْ﴾ کہ آپ ان کے موقف سے موافقت کریں قول کے ذریعے سے یا فعل کے ذریعے سے، یا جہاں کلام کرنا ضروری ٹھہرتا ہو وہاں خاموش رہیں ﴿فَیَذْهَبُونَ﴾ ”تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔“ مگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حق کو کھلم کھلا بیان کیا اور دین اسلام کا اظہار کیا کیونکہ اس کا کامل اظہار، اس کی ضد کے نقض اور اس کے متناقض نظریات کے عیب کا اظہار ہے۔

﴿وَلَا تُطِغْ كُلَّ حَلَّابٍ﴾ ”اور کسی ایسے شخص کی بات نہ ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا ہو۔“ کیونکہ اتنی زیادہ قسمیں کھانے والا جھوٹا ہی ہو سکتا ہے، اور آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا جب تک وہ ﴿مَہْمِنٍ﴾ خسیس انفس اور دانائی سے تہی دست نہ ہو اور اسے بھلائی میں کوئی رغبت نہ ہو بلکہ اس کا ارادہ اس کے خسیس نفس کی شہوات پر مرکوز ہو۔ ﴿ہَمَزًا﴾ یعنی جو لوگوں کی بہت زیادہ عیب چینی کرتا ہے اور غیبت و استہزا کے ذریعے سے طعنہ زنی کرتا ہے ﴿مَشَامٍ بَنِیْمٍ﴾ یعنی لوگوں کے درمیان چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ چغل خوری یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے اور عداوت اور بغض پیدا کرنے کی غرض سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جائے۔ ﴿مَنَاجٍ لِّلْخَبْرِ﴾ بھلائی، یعنی نفقات واجبہ، کفارہ اور زکوٰۃ وغیرہ، جس کا قیام اس پر لازم تھا، سے منع کرنے والا ہے۔ ﴿مُعْتَدٍ﴾ مخلوق پر زیادتی کرنے والا، لوگوں کی جان و مال اور ان کی ناموس پر ظلم کرنے والا ﴿اٰثِمٍ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا۔ ﴿عُتْلٍ بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ یعنی درشت خو، بدخلق اور سخت طبیعت رکھنے والا جو حق کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ﴿زَنِیْمٍ﴾ ”بد ذات ہے“ یعنی مجہول النسب جس کی کوئی اصل ہے نہ ایسا مادہ کہ جس سے کوئی بھلائی منتج ہوتی ہے بلکہ اس کے اخلاق بدترین اخلاق ہیں۔ اس سے فلاح کی امید نہیں اور اس میں شر کی علامت ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔

ان تمام آیات کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کی اطاعت سے روکا ہے جو نہایت کثرت سے قسمیں کھانے والا، سخت جھوٹا، خسیس انفس، نہایت بد اخلاق، خاص طور پر وہ ایسے بڑے اخلاق کا مالک ہے جو خود پسند، مخلوق اور حق کے مقابلے میں تکبر و استکبار، غیبت، چغلی اور طعنہ زنی کے ذریعے سے لوگوں سے حقارت کا رویہ رکھنے اور گناہوں کی کثرت کے مضمّن ہیں۔

یہ آیات کریمہ..... اگرچہ بعض مشرکین کے بارے میں نازل ہوئیں، مثلاً: ولید بن مغیرہ وغیرہ کیونکہ اس

کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ ۚ اِذَا تُثْلِيَ عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ کیونکہ اپنے مال اور اولاد کی وجہ سے اس نے سرکشی اختیار کی، حق کے مقابلے میں تکبر و استکبار کا مظاہرہ کیا، جب حق اس کے پاس آیا تو اس نے اسے ٹھکرا دیا اور اسے پہلوں کے قصے کہانیاں قرار دیا جن میں سچ اور جھوٹ دونوں ممکن ہیں..... لیکن یہ آیات کریمہ ہر اس شخص کے بارے میں عام ہیں جو اس وصف سے متصف ہو کیونکہ قرآن کریم تمام مخلوق کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور اس میں امت کے اولین و آخرین سب داخل ہیں۔ بسا اوقات بعض آیات کسی خاص سبب یا کسی خاص شخص کے بارے میں نازل ہوتی ہیں تاکہ ان سے عام قاعدہ واضح ہو جائے اور عام قضیوں میں داخل جزئیات کی مثالوں کی معرفت حاصل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو وعید سنائی ہے جس سے یہ سب کچھ واقع ہوا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عذاب میں اس کی ناک پر داغ لگائے گا اور اسے ظاہری عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اس کے چہرے پر داغ اور علامت لگی ہوگی جہاں داغ کا لگا جانا سب سے زیادہ شاق گزرتا ہے۔

إِنَّا بَلَوْنَهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝۱۵ وَ

بلاشبہ ہم نے آزمایا ہے انکو جیسے آزمایا تھا ہم نے باغ والوں کو جب انہوں نے قسمیں کھائیں کہ وہ ضرور کاٹ (توز) لیں گے (پھل) اسکا صبح ہوتے ہی ۱۰ اور

لَا يَسْتَتِنُونَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿١٩﴾ فَاصْبَحَتْ

نہیں کہتے تھے وہ ان شاء اللہ! پس پھر گیا اس باغ پر ایک (عذاب) پھرنے والا آئیکے رب کی طرف سے جب کہ وہ سو رہے تھے تو ہو گیا وہ باغ

كَالصَّيْرِمْ ۖ فَتَنَادُوا مُصْبِحِينَ ﴿٦٠﴾ أَنْ اغْدُوا عَلٰى حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ

مانندگی ہوئی کھیتی کے ○ پس ایک دوسرے کو پکارا انہوں نے صبح ہوتے ہی ○ یہ کہ سویرے (سویرے) چلو تم اپنی کھیتی پر اگر ہوتم

ضَرِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلِقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَنْ لَا يَدْخُلْنَهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ

(پھل) توڑنے والے ○ چنانچہ وہ پھل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں کہہ رہے تھے ○ کہ (قطعاً) نہ داخل ہونے پائے باغ میں آج تم پر

مُسْكِينٌ ﴿٢٢﴾ وَعَدُّوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَدَرَيْنِ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ﴿٢٤﴾

کوئی مسکین ○ اور صبح سویرے نکلے (مسکین کو) روکنے پر قادر ○ سمجھتے ہوئے ○ پس جب انہوں نے دیکھا اسکو تو کہا یقیناً تم البتہ (راہ) بھول گئے ہیں ○

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٤﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا

(نہیں) بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ○ کہا ان میں سے بہتر نے؟ کہا نہیں کہا تھا میں نے تمہیں کیوں نہیں تم تسبیح کرتے؟ ○ انہوں نے کہا:

سُبْحَنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَلَوْمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُوا

پاک ہے ہمارا رب بلاشبہ ہم ہی تھے ظالم ○ پس متوجہ ہوا ایک انکا دوسرے پر آپس میں ملامت کرتے ہوئے ○ انہوں نے کہا:

يُؤْتِنَا إِنَّا كُنَّا طُغْيَانٌ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ رَبُّنَا أَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا

میں نے افسوس ہم پر ابلا شہرہ ہم ہی تھے سرکش ○ امید ہے ہمارا رب کہ بدلے میں دے وہ ہمارے لیے بہتر اس سے بیشک ہم انے رب کی طرف

رُغْبُونَ ﴿٢٦﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ط وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ مَ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾

رُغْبَت کرینوالے ہیں ○ اسی طرح ہوتا ہے عذاب اور البتہ عذاب آخرت (اس سے) بہت بڑا ہے کاش کہ ہوتے وہ جانتے ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے ان جھٹلانے والوں کو بھلائی کے ساتھ آزمایا، ہم نے انھیں مہلت دی اور ہم نے انکی خواہشات نفس کے موافق مال و دولت اور لمبی عمر وغیرہ میں سے جس سے چاہا انھیں نوازا۔ اس کا سبب یہ نہ تھا کہ ہمارے نزدیک ان کی کرامت تھی بلکہ بسا اوقات یہ سب کچھ انھیں استدراج کے طور پر عطا کیا جاتا ہے جس کا انھیں علم تک نہیں ہوتا۔ پس ان کا ان نعمتوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہونا، اس باغ والوں کی فریب خوردگی کی مانند ہے جو باغ کی ملکیت میں شریک تھے۔ جب درختوں کے پھل لگ گئے اور پھلوں نے رنگ پکڑ لیا اور ان کی برداشت کا وقت آن پہنچا، انھیں یقین تھا کہ باغ کی فصل ان کے ہاتھ میں ہے اور کوئی ایسا مانع نہیں جو باغ کی فصل برداشت کرنے سے روکے، اس لیے ان تمام شرکانے قسم کھائی اور کسی استثناء (اِنْ شَاءَ اللہ کہنے) کے بغیر حلف اٹھایا کہ وہ فصل کاٹیں گے، یعنی صبح کے وقت اس کے پھل چنیں گے۔ انھیں اس بات کا ہرگز علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی گھات میں ہے اور عذاب ان کو پیچھے چھوڑ دے گا اور ان سے آگے بڑھ کر باغ کو جالے گا۔

﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَبِّكَ﴾ ”پس تمہارے رب کی طرف سے اس پر ایک آفت پڑ گئی“ یعنی ایک عذاب جو رات کے وقت اس باغ پر نازل ہوا ﴿وَهُمْ نَآئِبُونَ﴾ ”اور وہ محو خواب تھے۔“ پس اس عذاب نے اسے تباہ و برباد کر دیا ﴿فَاصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ﴾ ”پس وہ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی“ یعنی اندھیری رات کی مانند، تمام درخت اور پھل ملیا میٹ ہو گئے مگر انھیں نازل ہونے والی اس مصیبت کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا، اس لیے جب صبح ہوئی تو انھوں نے ایک دوسرے کو یہ کہتے ہوئے آواز دی: ﴿اِنَّ اَعْدَاۗءَنَا عَلٰی حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ﴾ ”اگر تم کو کاٹنا ہے تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی جا پہنچو، پس وہ چل پڑے“ باغ کا قصد کر کے ﴿وَهُمْ يَتَخَفَتُوْنَ﴾ ”اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ آپس میں چپکے چپکے اللہ تعالیٰ کے حق سے ایک دوسرے کو روکتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ﴿لَا يَدْخُلُهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّنْ سٰكِنٍ﴾ ”آج تمہارے پاس کوئی فقیر نہ آنے پائے۔“ یعنی لوگوں کے پھیلنے سے پہلے، صبح گھروں سے نکل پڑو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ فقراء اور مساکین کو محروم کرنے کے لیے باہم تلقین کرتے جا رہے تھے۔

﴿وَعَدَاۗءُ﴾ ”انتہائی بری، قساوت اور بے رحمی کی حالت میں انھوں نے صبح کی ﴿عَلٰی حَرْثٍ قٰدِرِيْنَ﴾ ”یعنی گویا کہ وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو روکنے پر قادر ہیں اور انھیں پختہ یقین ہے کہ وہ اس باغ پر قدرت رکھتے ہیں۔“ ﴿فَلَمَّا رَاُوْهَا﴾ ”جب انھوں نے باغ کو اس وصف پر دیکھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ کٹی ہوئی کھیتی کی مانند تھا“ ﴿قَالُوْۤا﴾ ”تو انھوں نے حیرت اور بے قراری سے کہا: ﴿اِنَّا لَصٰۤاۤتُوْنَ﴾ ”ہم باغ سے بھٹک

گئے ہیں، شاید یہ کوئی اور باغ ہو۔ پس جب متحقق ہو گیا کہ یہ وہی باغ ہے اور ان کے عقل و حواس لوٹے تو کہنے لگے:

﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ﴾ ہم اس باغ سے محروم ہیں۔ اس وقت وہ پہچان گئے کہ یہ سزا ہے۔ ﴿قَالَ أَوْسَطُهُمْ﴾ یعنی ان میں سے سب سے زیادہ انصاف پسند اور سب سے اچھا طریقہ رکھنے والے نے کہا: ﴿أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ تَوَلَا تَسْتَحِبُّونَ﴾ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے منزہ کیوں قرار نہیں دیتے جو اس کے لائق نہیں؟ ان میں سے ایک یہ کہ تمہارا گمان ہے کہ تمہاری قدرت ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے، تم نے (إِنْ شَاءَ اللَّهُ) کہہ کر استثنا کیا ہوتا اور اپنی مشیت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع کیا ہوتا، تو تمہارے ساتھ وہ کچھ نہ ہوتا جو ہوا ہے۔

﴿قَالُوا سُبْحٰنَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ﴾ ”وہ کہنے لگے کہ ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہم ہی قصور وار تھے۔“ اس کے بعد انھوں نے اپنی کوتاہی کا تذکرہ کیا مگر اس وقت جب ان کے باغ پر عذاب نازل ہو چکا تھا جو اٹھایا نہیں جاسکتا تھا۔ ہو سکتا ہے ان کی یہ تسبیح، اپنی جانوں پر ظلم کرنے کا اقرار، تخفیف گناہ میں کوئی فائدہ دے اور توبہ بن جائے، اس لیے وہ سخت نادم ہوئے۔ ﴿فَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَٰوَمُونَ﴾ جو کچھ ان سے صادر ہوا اور جو کچھ انھوں نے کیا اس بارے میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ﴿قَالُوا یٰوَلَدِنَا إِنَّا كُنَّا طٰغِیْنَ﴾ ”کہنے لگے: ہائے شامت! ہم ہی حد سے بڑھ گئے تھے۔“ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔

﴿عَلٰی رَبِّنَا اَنْ یُّنٰدِیْنَا خَیْرًا مِّنْهَا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ﴾ پس انھوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس سے بہتر عطا کرے گا اور انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں گے اور اس دنیا میں اس کے سامنے اصرار کے ساتھ التجائیں کرتے رہیں گے۔ پس اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے وہ کہتے تھے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے حال کو بدل دیا ہوگا کیونکہ جو کوئی صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ امید وابستہ کرتا ہے تو وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ اسے عطا کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ وقوع پذیر ہوا، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ﴾ یعنی اس شخص کے لیے اسی طرح دنیاوی عذاب ہے جو عذاب کے اسباب کو اختیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے وہ چیز سلب کر لے جس کی بنیاد پر اس نے سرکشی اور بغاوت کا رویہ اپنایا اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، نیز یہ کہ وہ اس سے وہ چیز زائل کر دے جس کا وہ سب سے زیادہ ضرورت مند ہے ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ﴾ دنیا کے عذاب سے آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے ﴿لَوْ كَانُوا یَعْلَمُوْنَ﴾ ”کاش انھیں سمجھ ہوتی۔“ کیونکہ جو کوئی اس حقیقت کو جانتا ہے تو یہ علم اسے ہر اس سبب سے باز رکھتا ہے جو عذاب کا موجب اور ثواب سے محروم رکھنے والا ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتِ النَّعِیْمِ ۝۳۰ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ

بلاشبہ متقی لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں نعمت کے ۰ کیا پس ہم کر دیں گے مسلمانوں کو

كَالْجُرْمِيْنَ ۝۲۵ مَا لَكُمْ رِقْنَةً ۚ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۲۶ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝۲۷
 مجرموں کی طرح؟ کیا ہے تمہیں کیسے فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے کہ اس میں تم پڑھتے ہو؟
 اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَّا تَخْيِرُوْنَ ۝۲۸ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْاٰخِرَةِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۲۹
 کہ بلاشبہ تمہارے لیے اس میں البتہ وہ چیز ہے جو تم پسند کرتے ہو کیا تمہارے لیے قسمیں ہیں ہمارے ذمے انتہائی پختہ یوم قیامت تک
 اِنَّ لَكُمْ لَمَّا تَحْكُمُوْنَ ۝۳۰ سَلِّمُوْا اَيْتَهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝۳۱ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۝۳۲
 کہ یقیناً تمہارے لیے البتہ وہ ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے پوچھئے ان سے کون ان میں سے اس (بات) کا ضامن ہے؟ کیا ان کیلئے (ہمارے) شریک ہیں؟

فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَائِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝۳۳

تو چاہیے کہ لے آئیں وہ اپنے شریکوں کو اگر ہیں وہ سچے

اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو اس نے کفر اور معاصی سے بچنے والوں کے لیے تیار کر رکھی ہیں، یعنی مختلف انواع کی نعمتیں اور اکرم الاکرین کے جوار میں ہر قسم کے تکدر سے پاک زندگی، نیز وہ آگاہ فرماتا ہے کہ اس کی حکمت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اہل تقویٰ، اپنے رب کے فرماں بردار بندوں، اس کے احکام کی تعمیل کرنے والوں اور اس کی مرضی کی اتباع کرنے والوں کو مجرموں کے برابر قرار دے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر اور اس کے اولیاء کے ساتھ محاربت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جو کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو ثواب میں برابر قرار دے گا تو اس نے نہایت برا فیصلہ کیا ہے اس کا فیصلہ باطل اور اس کی رائے فاسد ہے۔

اور مجرم جب یہ دعویٰ کرتے ہیں تو ان کے پاس کوئی سند ہے نہ کوئی ایسی کتاب ہے جسے یہ پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور انھیں ہر وہ چیز حاصل ہوگی جو وہ منتخب کریں گے اور طلب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت تک ان کے لیے اس بات کا کوئی عہد ہے نہ حلف کہ ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جس کا وہ فیصلہ کریں اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں، اس کے حصول میں ان کے کوئی شریک اور معاون بھی نہیں ہیں۔ اگر ان کے شرکا اور معاون و مددگار ہیں تو ان کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ یہ سب کچھ بہت بعید ہے، ان کے پاس کوئی کتاب ہے نہ نجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی عہد ہے اور نہ ان کے شریک ہیں جو ان کی مدد کریں، پس معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ باطل اور فاسد ہے۔ ﴿سَلِّمُوْا اَيْتَهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ یعنی ان سے پوچھو کہ اس دعویٰ کی کون ذمہ داری اٹھاتا ہے جس کا بطلان واضح ہے۔ کسی کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اسے لے کر آگے بڑھے اور نہ وہ اس میں ضامن ہی بن سکتا ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعُوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ ۝۳۴ خَاشِعَةً

جس دن کھولا جائے گا پنڈلی سے اور بلائے جائیں گے وہ سجدے کی طرف تو نہیں استطاعت رکھیں گے وہ جھکی ہوں گی

أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةٌ ط وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ﴿٣٨﴾

ان کی نگاہیں ڈھانپتی ہوگی انہیں ذلت اور تحقیق تھے وہ بلائے جاتے طرف سجدے (عبادت) کی جب کہ وہ صحیح سالم تھے ○

یعنی جب قیامت کا دن ہوگا اور ایسے ایسے زلزلے اور ہولناکیاں ظاہر ہوں گی جو وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں، باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرنے اور ان کو جزا و سزا دینے کے لیے تشریف لائے گا۔ پس وہ اپنی مکرم پنڈلی کو ظاہر کرے گا جس سے کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی، لوگ اللہ تعالیٰ کا جلال اور عظمت دیکھیں گے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ یہی وہ وقت ہوگا جب ان کو سجدے کے لیے کہا جائے گا، مومن اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے جو (دنیا میں) اپنی مرضی اور اختیار سے سجدہ کیا کرتے تھے۔

منافق اور فاجر سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر وہ سجدہ کرنے پر قادر نہیں ہوں گے، ان کی کمزریں ایسی ہو جائیں گی جیسے گائے کے سینک جو جھک نہ سکیں گی۔ یہ جزا ان کے عمل کی جنس میں سے ہے کیونکہ دنیا کے اندر انھیں سجدے کرنے، توحید اور عبادت کے لیے بلایا جاتا، درآں حالیکہ وہ صحیح سلامت ہوتے تھے اور ان میں کوئی بیماری نہ ہوتی تھی تو وہ تکبر و استکبار سے سجدے سے انکار کر دیتے تھے۔ اس دن ان کے حال اور برے انجام کے بارے میں مت پوچھ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوگا، کلمہ عذاب ان پر حق ثابت ہوگا، ان کے تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے اور قیامت کے روز ندامت اور اعتذار کوئی فائدہ نہ دیں گے۔ پس اس آیت میں ایسی چیزوں کا بیان ہے جو قلوب کو گونا گوں پر قائم رہنے سے ڈراتی ہیں اور مدت امکان کے اندر تدارک کی موجب ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ ط سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾

پس چھوڑیے مجھے اور اس کو جو جھٹلاتا ہے اس حدیث (قرآن) کو یقیناً ہم آہستہ آہستہ لے جائیں گے انکو (جہنم کی طرف) اس طرح کہ وہ نہیں جانتیں گے ○

وَأَمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٠﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤١﴾

اور ڈھیل دیتا ہوں میں انکو بلاشبہ میری تدبیر نہایت مضبوط ہے ○ کیا آپ مانگتے ہیں ان سے کوئی اجر، پس وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟ ○

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ﴿٤٢﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ

کیا انکے پاس (علم) غیب ہے پس وہ (اس سے) لکھتے ہیں؟ ○ پس آپ مبرا کہجئے اپنے رب کے حکم کیلئے اور نہ ہوں آپ

كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٣﴾ لَوْلَا أَن تَدْرِكُهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ

مانند (یونس) مچھلی والے کے جب اس نے پکارا (اللہ کو) جبکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا ○ اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پالیا اسکو احسان نے اسکے رب کے،

لَنَبْذِلَ بِالْعُرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٤﴾ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٤٥﴾

تو ضرور پھینکا جاتا وہ چٹیل میدان میں جبکہ وہ مذموم ہوتا ○ پس چون لیا اسکو اسکے رب نے اور (دوبارہ) کر دیا اس نے اسکو صالحین میں سے ○

وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ

اور تحقیق قریب ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ پھسلادیں آپ کو اپنی تیز نظروں سے جب وہ سنتے ہیں ذکر (قرآن) اور وہ کہتے ہیں

إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٥٢﴾

بلاشبہ وہ ضرور دیوانہ ہے ○ اور نہیں ہے وہ (قرآن) مگر نصیحت جہانوں کے لیے ○

یعنی چھوڑو مجھے! مجھے قرآن کو جھٹلانے والوں سے سمجھ لینے دو، ان کی جزا میرے ذمے ہے، ان کے لیے جلدی نہ چما، پس ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”عنقریب ہم انھیں تدریجاً کیساتھ پکڑیں گے کہ انھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔“ ہم انھیں مال اور اولاد کی کثرت سے بہرہ مند کرتے ہیں، ہم ان کے رزق اور اعمال کو زیادہ کرتے ہیں تاکہ وہ فریب میں مبتلا رہیں اور ایسے کاموں پر جے رہیں جو ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ یہ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال ہے اور اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال بہت مضبوط اور طاقت ور ہوتی ہے جو ان کو نقصان پہنچانے اور سزا دینے میں بہت کارگر ہے۔

﴿أَمْ نَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ﴾ ان کے آپ سے دور بھاگنے اور آپ کی تصدیق نہ کرنے کا کوئی سبب نہیں جو اس کا موجب ہو کیونکہ آپ تو ان کے مال میں سے کوئی تاوان لیے بغیر، جو ان پر بوجھ ہو، محض ان کے مصالح کی خاطر ان کو تعلیم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ﴾ ان کے پاس غیب کا علم نہیں کہ وہ اس بات کو پا چکے ہوں کہ وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب سے بہرہ ور ہوں گے۔ یہ معاملہ جیسا بھی ہے، ان کا حلال تو ایک معاند اور ظالم کا سا ہے، پس اس کے سوا کچھ باقی نہیں کہ ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کیا جائے اور جو کچھ ان سے صادر ہو رہا ہے اس پر تحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور ان کو بار بار دعوت دی جائے۔

اس لیے فرمایا: ﴿فَاصْبِرْ بِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً جو فیصلہ کیا ہے اس پر صبر کیجیے۔ حکم قدری یہ ہے کہ ایذا پر صبر کیا جائے، ناراضی اور بے صبری کے ساتھ ان کا سامنا نہ کیا جائے، حکم شرعی کو قبول کیا جائے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کے امر کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ﴾ ”اور مچھلی والے کی طرح نہ ہونا“ اور وہ ہیں یونس بن متیؑ یعنی اس حال میں حضرت یونسؑ کی مشابہت اختیار نہ کیجیے جو حال مچھلی کے پیٹ میں ان کے محبوب ہونے کا باعث بنا اور وہ ہے اپنی قوم پران کا عدم صبر جو آپ سے مطلوب تھا اور اپنے رب سے ناراض ہو کر جانا حتیٰ کہ آپ کشتی میں سوار ہوئے، جب کشتی بوجھل ہو گئی تو کشتی والوں نے آپس میں قرعہ اندازی کی کہ کشتی کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ان میں سے کس کو سمندر کے اندر پھینکا جائے۔ پس حضرت یونسؑ کے نام پر قرعہ پڑا ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ﴾ (الصَّفّت: ۱۴۲/۳۷)

”پس ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ قابل ملامت کام کرنے والے تھے۔“

﴿إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ﴾ یعنی انھوں نے پکارا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے اور ان پر دروازہ بند کر دیا گیا تھا یا یہ کہ انھوں نے پکارا اور وہ ہم و غم سے لبریز تھے، چنانچہ کہا: ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (الانبیاء: ۸۷/۲۱) ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ مچھلی نے انھیں، جب کہ وہ بیمار تھے، چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کی تیل اگا دی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿لَوْلَا أَن تَذَرْنَاهُ فَنَقْمَهُ مِنْ رَبِّهِ لَكُنْيدًا لِّلْعَرَاءِ﴾ ”اگر اسکے رب کی مہربانی ان کی یابوری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیے جاتے۔“ یعنی انھیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا (الْعَرَاءُ) سے مراد (ہر قسم کی نباتات سے) خالی زمین ہے۔ ﴿وَهُوَ مَذْمُومٌ﴾ ”اور وہ برے حال میں ہوتے۔“ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ دیا، ان کو اس حال میں پھینک دیا گیا کہ وہ مدوح تھے اور ان کی یہ حالت پہلی حالت سے بہتر ہو گئی۔ ﴿فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کر لیا اور ان کو ہر کدورت سے پاک کر دیا ﴿فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ”اور ان کو نیکوکاروں میں سے کر دیا۔“ یعنی وہ لوگ جن کے اعمال و اقوال اور نیت و احوال درست ہیں۔

ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی، پس اپنے رب کے فیصلے پر ایسا صبر کیا کہ کائنات میں کوئی شخص صبر کے اس درجے کو نہیں پاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انجام کار آپ کے لیے متعین کر دیا ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (الأعراف: ۱۲۸/۱۷) ”اور بہتر انجام متقین کے لیے ہے۔“ آپ کے دشمنوں کو اس میں اس چیز کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا جو ان کو بری لگتی تھی حتیٰ کہ ان کی بڑی خواہش تھی کہ وہ آپ کو غصے کی نظر سے گھور کر دیکھیں، حسد، کینہ اور غیظ و غضب کی بنا پر آپ کو نظر لگا دیں۔ یہ تھی اذیت فعلی میں ان کی انتہائے قدرت اور اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر تھا۔

رہی اذیت قولی تو جوجی میں آتا تھا اس کے مطابق مختلف باتیں کہتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ یہ مجنون ہے کبھی کہتے تھے شاعر ہے اور کبھی کہتے تھے جادوگر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ﴾ یعنی یہ قرآن عظیم اور ذکر حکیم جہان والوں کے لیے نصیحت کے سوا کچھ نہیں جس کے ذریعے سے وہ اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں نصیحت حاصل کرتے ہیں..... اور ہر قسم کی ستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْحَاقَّةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْحَاقَّةِ
(۹۹ مَکِّيَّةٌ)

آیتوں کا
۵۲
دکھانا

الْحَاقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاقَّةُ ۝۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝۳ كَذَبَتْ ثُمُودُ وَعَادٌ

ثابت ہونے والی ۱ کیا ہے ثابت ہونے والی ۲ اور کس چیز نے خبر دی آپکو کیا ہے ثابت ہونے والی ۳ جہنم یا تھا ثمود و عاد نے

بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَأَمَّا ثُمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالنَّاعِيَةِ ۝۵ وَأَمَّا عَادُ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ

کھڑکھڑانے والی کو ۴ پس لیکن ثمود، تو ہلاک کیے گئے وہ حد سے گزر جانے والی (خوفناک آواز) سے ۵ اور لیکن عاد، تو ہلاک کیے گئے وہ سخت ہوا

عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ

سرکش (آندھی) سے ۶ مسلط کر دیا تھا اس (اللہ) نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن جزا کا دینے (فنا کرنے) کیلئے پس تو دیکھتا اس قوم کو

فِيهَا صَرْعَىٰ ۝۷ كَانَتْهُمْ أَعْجَازُ تَخَلَّ خَاوِيَةٍ ۝۸ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝۹

اس میں پچھڑے (ہلاک کیے) ہوئے گویا کہ وہ کھوکھلے تھے ہیں گری ہوئی کھجوروں کے ۸ تو کیا تو دیکھتا ہے ان میں سے کوئی بھی باقی ۹

﴿الْحَاقَّةُ﴾ یہ قیامت کے ناموں میں سے ہے، کیونکہ یہ ثابت اور واجب ہے اور مخلوق پر نازل ہوگی،

اس میں تمام امور کے حقائق اور سینوں کے بھید ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان: ﴿الْحَاقَّةُ ۝۱

مَا الْحَاقَّةُ ۝۲ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ﴾ کے تکرار کے ذریعے سے اس کی عظمت شان اور تفخیم بیان فرمائی ہے۔

اس کی شان بہت عظیم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے احوال کے نمونے کا ذکر فرمایا جو دنیا میں موجود ہے جس کا مشاہدہ کیا

جاسکتا ہے۔ یہ وہ سخت عقوبتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے سرکش قوموں پر نازل فرمائیں، چنانچہ فرمایا: ﴿كَذَبَتْ ثُمُودُ﴾ ثمود

ایک مشہور قبیلہ ہے جو حجر کے علاقے میں آباد تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کو

مبعوث کیا جو ان کو شرک سے روکتے تھے اور ان کو توحید کا حکم دیتے تھے، پس انھوں نے حضرت صالح کی دعوت کو

ٹھکرا دیا، ان کو جہنم یا اور قیامت کے روز کو جہنم یا جس کے بارے میں حضرت صالح علیہ السلام نے خبر دی تھی اور وہ یہی

کھڑکھڑانے والی ہے جو مخلوق کو اپنی ہولناکیوں سے ہلاک کر ڈالے گی۔

اسی طرح عاد اولیٰ کو ہلاک کر ڈالا جو حضرموت کے باشندے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف اپنے

رسول ہود علیہ السلام کو بھیجا جو انھیں اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے تو انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام کی

تکذیب کی اور قیامت کے متعلق حضرت ہود علیہ السلام نے جو خبر دی تھی اس کا انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فوری عذاب

کے ذریعے سے دونوں قوموں کو ہلاک کر ڈالا ﴿فَأَمَّا ثُمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالنَّاعِيَةِ﴾ ”پس ثمود تو کڑک سے ہلاک

کر دیے گئے۔“ اور وہ ایک زبردست اور انتہائی کڑخت چنگھاڑ تھی جس نے ان کے دلوں کو پارہ پارہ کر دیا اور ان

کی روحمیں پرواز کر گئیں اور وہ مردہ پڑے رہ گئے کہ ان کی رہائش گاہوں اور ان کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

﴿وَأَمَّا عَادُ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ﴾ ”اور رہے عاد تو انھیں نہایت تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔“ یعنی

بہت طاقت ور اور طوفانی ہوا جس کی آواز، بادل کی کڑک سے زیادہ تھی ﴿عَاتِيَةٍ﴾ بہت سے مفسرین کے قول

کے مطابق یہ ہوا اپنے داروغوں کے سامنے سرکش تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قوم عاد پر نہایت سرکشی کے ساتھ چلتی رہی اور حد سے بڑھ گئی اور یہی قول صحیح ہے۔ ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَنِعَ لَيَالٍ وَكُنِيَّةَ اَيَّامٍ حُسُومًا﴾ ”اس نے اس کو سات رات اور آٹھ دن لگاتار ان پر چلائے رکھا۔“ یعنی یہ ایام نہایت منحوس، برے اور ان کے لیے انتہائی سخت تھے، اس ہوانے ان کو تباہ و برباد کر کے ہلاک کر ڈالا ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰی﴾ یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ ہلاک ہو کر مردہ پڑے ہیں ﴿كَانَهُمْ اَعْمَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ یعنی گویا کہ وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں جن کے سروں کو کاٹ دیا گیا ہے اور وہ ایک دوسرے پر گرے پڑے ہیں۔ ﴿فَهَلْ تَرٰی لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ﴾ ”پس کیا تو ان میں سے کسی کو بھی باقی دیکھتا ہے؟“ یہ استفہام نفی ممتز کے معنی میں ہے۔

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكْتُ بِالْخَطِئَةِ ۙ فَعَصَا رَسُولَ رَبِّهِمْ

اور ان کا کیا تھا فرعون نے اور جو اس سے پہلے تھے اور اللہ جانے والی (بستیوں والوں) نے گناہوں کا ○ پس انہوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسول کی

فَاَخَذَهُمْ آخِذَةً رَّابِيَةً ۙ اِنَّا لَبَاطِغَا الْبَآءِ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۙ

تو اس (رب) نے پکڑا ان کو پکڑنا نہایت سخت ○ بلاشبہ جب طغیانی کی پانی نے تو سوار کیا ہم نے تمہیں کشتی میں ○

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً ۙ وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۙ

تاکہ کریں ہم اس (فعل) کو تمہارے لیے نصیحت اور (تاکہ) یاد رکھیں اسے کان یاد رکھنے والے ○

اسی طرح ان دو سرکش قوموں، عاد و ثمود کے علاوہ بھی سرکش اور نافرمان لوگ آئے جیسے فرعون مصر جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مبعوث کیا اور انھیں واضح نشانیاں دکھائیں جن کی بنا پر انھیں حق کا یقین آ گیا مگر انھوں نے ظلم اور تکبر سے انکار کر دیا اور کفر کا رویہ اختیار کیا، اور اس سے پہلے بھی جھٹلانے والے آئے۔ ﴿وَالْمُؤْتَفِكْتُ﴾ ”اور الٹی ہوئی بستیوں والے“، یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں، سب گناہ کا کام کرتے تھے ﴿بِالْخَاطِئَةِ﴾ یعنی سرکشی کے افعال کرتے تھے، اس سے مراد کفر، تکذیب، ظلم اور عناد ہے، نیز فسق و معاصی کی دیگر اقسام بھی اس میں شامل ہیں۔ ﴿فَعَصَا رَسُولَ رَبِّهِمْ﴾ یہ اسم جنس ہے، یعنی ان تمام قوموں نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا جو ان کی طرف بھیجا گیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پکڑ لیا ﴿اَخِذَةً رَّابِيَةً﴾ یعنی حد اور مقدار سے بڑھ کر ان کی گرفت کی جس سے وہ تباہ و برباد ہو گئے۔

مُجْمَلہ ان قوموں کے، نوح علیہ السلام کی قوم بھی تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے سمندر (کے سیلاب) میں غرق کر ڈالا جب پانی سرکشی کر کے زمین پر پھیل گیا اور بلند مقامات سے بھی بلند ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی سرکش قوم کے غرق ہونے کے بعد جو مخلوق موجود تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ ان کو سوار کیا ﴿فِي الْجَارِيَةِ﴾ ”کشتی میں“ جب کہ یہ اپنے باپوں اور ماؤں کی صلب میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی تھی۔ اس

لیے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرو، اس کا شکر کرو جس نے تمہیں اس وقت نجات دی جب اس نے سرکش لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اور اس کی آیات سے عبرت حاصل کرو جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿لِنَجْعَلَهَا﴾ ”تا کہ ہم اس کو بنادیں“ یعنی کشتی کو اور اس سے مراد اسم جنس ہے، تمہارے لیے ﴿تَذَكَّرًا﴾ ”یادگار“ جو تمہیں اولین کشتی کی صنعت اور اس کے قصے کی یاد دلاتی ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اس کشتی پر سواران لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور اپنے رسول کی اتباع کی اور روئے زمین کے دیگر تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالا، کیونکہ اشیا کی جنس اپنی اصل کی یاد دلاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَتَعِيَهَا أُنْذُنٌ وَأَعْيَةٌ﴾ ”اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔“ یعنی خردمند لوگ ہی اس کو یاد رکھتے ہیں اور اس سے مقصود کی معرفت اور اس کے ذریعے سے نشانی و معجزے کی وجہ معلوم کرتے ہیں اور اہل غفلت، کند ذہن اور ذہانت سے محروم لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتوں کو یاد نہ رکھنے اور اس کی آیات میں غور و فکر نہ کرنے کے سبب سے آیات الہی سے فائدہ اٹھانے سے محروم ہیں۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۚ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً ۚ

پس جب پھونکا جائے گا صور میں پھونکنا ایک بار ○ اور اٹھائی جائیگی زمین اور پہاڑیں کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے دو دووں (کمل) کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا

وَاحِدَةٌ ۚ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۚ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ

ایک ہی بار ○ پس اس دن واقع ہوگی واقع ہونے والی (قیامت) ○ اور پھٹ جائے گا آسمان پس وہ ہوگا اس دن

وَاهِيَةٌ ۚ ۝ وَالْمَلِكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ط وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ

کنزور ○ اور فرشتے (ہوں گے) اسکے کناروں پر اور اٹھائیں گے عرش آپ کے رب کا اپنے اوپر اس دن

ثَلَاثِيَّةٌ ۚ يَوْمَئِذٍ تُعَرِّضُونَ لَا تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝

آٹھ (فرشتے) ○ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے (حساب کے لیے) نہیں چھپے گا تمہارے (رازوں) میں سے کوئی راز ○

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے ساتھ کیا کیا، انھیں کیسا بدلہ دیا، دنیا کے اندر ہی ان پر عذاب بھیج دیا اور اپنے رسولوں اور ان کے پیروکاروں کو بچا لیا۔ یہ قیامت کے روز اخروی جزا اور اعمال کے کامل بدلے کا مقدمہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بہت ہولناک واقعات کا ذکر فرمایا ہے جو قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے ان میں سے اولین واقعہ یہ ہوگا کہ اسرافیل ﴿فِي الصُّورِ﴾ صور پھونکیں گے جب اجساد مکمل ہو جائیں گے ﴿نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ﴾ ”ایک دفعہ پھونک ماری جائے گی۔“ پس روئیں نکل آئیں گی اور ہر روح اپنے جسد میں داخل ہو جائے گی، تب تمام لوگ رب کائنات کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔

﴿وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً﴾ یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے، وہ نیست و نابود

ہو کر رزق خاک ہو جائیں گے، یعنی ان کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا جائے گا، چنانچہ تمام زمین ہموار میدان بن جائے گی، آپ اس میں کوئی نشیب و فراز نہیں دیکھیں گے۔ یہ تو زمین اور اس پر رہنے والوں کے ساتھ ہوگا۔ رہا وہ معاملہ جو آسمان کے ساتھ کیا جائے گا تو وہ یہ ہوگا کہ وہ متحرک اور متموج ہو کر پھٹ جائے گا، اس کا رنگ متغیر ہو جائے گا اور آسمان اپنی صلابت اور عظیم قوت کے بعد کمزور ہو جائیں گے، یہ سب کچھ ایک عظیم امر کی بنا پر ہوگا جو ان کو ہلا کر رکھ دے گا اور بہت بڑے تکلیف دہ اور ہولناک معاملے کے سبب سے ہوگا جو ان کو کمزور کر دے گا۔

﴿وَالْمَلٰٓئِكُ﴾ اور مکرم فرشتے ﴿عَلٰی اَرْجَآئِہَا﴾ آسمان کی تمام جانب اور کناروں پر اپنے رب کے سامنے سر اگنندہ اور اس کی عظمت کے سامنے فروتن ہوں گے ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشُ رَبِّکَ فَوْقَہُمْ یَوْمَئِذٍ ثَلٰثِیۡۃٌ﴾ اور تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے جو انتہائی طاقت ور ہوں گے (یہ اس وقت ہوگا) جب رب تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان، اپنے عدل و انصاف اور اپنے فضل و کرم کے ساتھ، فیصلے کرنے کے لیے آئے گا، اس لیے فرمایا: ﴿یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ﴾ اس روز تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔ ﴿لَا تَخْضٰی مِنْکُمْ خَافِیۃٌ﴾ تمہارے اجساد اور ذوات چھپ سکیں گے نہ تمہارے اعمال اور اوصاف چھپ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ غائب اور موجود سب کا علم رکھتا ہے تمام بندے ننگے پاؤں، ننگے جسم اور غیر محنتوں حالت میں، ایک ہموار میدان میں جمع کیے جائیں گے، پکارنے والا ان کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ ان سب تک پہنچ سکے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی جزا دے گا اس لیے جزا کی کیفیت کا ذکر کیا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیْ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖۤ لَا یَقُوْلُ ہَآؤُمُ اَقْرَءُوْا کِتٰبِیَّہٗ ۙ اِنِّیْ ظَنَنْتُ

پس لیکن جو شخص کو دیا گیا وہ اپنا نامہ اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں تو وہ کہے گا 'لو پڑھو تم میرا نامہ اعمال' بلاشبہ مجھے یقین تھا

اِنِّیْ مُلِیْ حِسَابِیَّہٗ ۙ فَہُوْا فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاٰضِیَۃٍ ۙ فِیْ جَنّٰتٍ عَالِیَۃٍ ۙ قُطُوْفُہَا

کہ بیشک میں نے اپنے حساب سے ○ پس وہ ہوگا پسندیدہ زندگی میں ○ (یعنی) بہشت بریں میں ○ اس کے پھل

دَانِیَۃٍ ۙ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ہَنِیًْٓٔا ۙ بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاٰیٰمِ الْخَالِیَۃِ ۙ

قریب ہوں گے ○ (کہا جائے گا:) کھاؤ اور پیو خوش گوار بُد لے ان (نیک اعمال) کے جو آگے بھیجے تم نے ایام گزشتہ میں ○

یہی لوگ اہل سعادت ہوں گے ان کو ان کے اعمال نامے، جن میں ان کے نیک اعمال درج ہوں گے، ان کے امتیاز، ان کی شان اور قدر بلند کرنے کے لیے، ان کے دائیں ہاتھوں میں دیے جائیں گے۔ اس وقت ان میں سے کوئی فرحت و سرور اور اس خواہش کے ساتھ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس قدر اکرام و تکریم سے سرفراز کیا ہے، تو پکاراٹھے گا: ﴿ہَآؤُمُ اَقْرَءُوْا کِتٰبِیَّہٗ﴾ یعنی یہ لو میری کتاب اور اسے پڑھو، یہ کتاب جنتوں، اکرام و تکریم، گناہوں کی مغفرت اور عیوب کو ڈھانپنے کی بشارت دیتی ہے اور جس چیز نے مجھے اس مقام پر پہنچایا وہ قیامت

اور حساب کتاب پر ایمان ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا اور ایسے اعمال کے ذریعے سے قیامت کے دن کے لیے تیاری کی توفیق دی، جو امکان اور استطاعت میں ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَّةٍ﴾ ”مجھے یقین تھا کہ مجھے میرا حساب ضرور ملے گا۔“ یہاں (ظَنَ) یقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

﴿فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ ”پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا۔“ یعنی جو ان تمام چیزوں پر مشتمل ہوگی جن کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی، ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اس زندگی سے راضی ہوں گے اور اس کے بدلے کسی اور چیز کو منتخب نہیں کریں گے۔ ﴿فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾ بلند رہائش گاہوں اور بلند محلوں والی جنت میں ہوں گے۔ ﴿قُطُوفُهَا دَابِّيَّةٌ﴾ اس کے پھل اور مختلف انواع کے میوے بہت قریب ہوں گے۔ اہل جنت کے لیے ان کا حاصل کرنا بہت آسان ہوگا۔ اہل جنت، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حالت میں ان کو حاصل کر سکیں گے۔ اکرام و تکریم کے طور پر ان سے کہا جائے گا: ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا﴾ ہر قسم کا لذیذ کھانا اور مزیدار مشروب کھاؤ اور پیو۔ ﴿هَنِيئًا﴾ کسی تکدر اور ناگواری کے بغیر کامل طریقے سے کھاؤ اور پیو۔ یہ جزا تمہیں اس سبب سے حاصل ہوئی ہے ﴿بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْغَالِيَةِ﴾ جو تم نے اعمال صالحہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، مخلوق کے ساتھ حسن سلوک، اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی طرف انابت کی اور برے اعمال ترک کیے، پس اعمال کو اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کا سبب، اس کی نعمتوں کا مادہ اور اس کی سعادت کی بنیاد بنایا ہے۔

وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيهِ ۖ وَلَمْ

اور لیکن جو شخص کہ دیا گیا وہ اپنا نام اعمال اپنے بائیں ہاتھ میں تو وہ کہے گا: اے کاش! نہ دیا جاتا میں اپنا نام اعمال ○ اور نہ

أَدْرُ مَا حِسَابِيهِ ۚ يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيهِ ۖ هَلَكَ

جانتا میں کیا ہے میرا حساب ○ اے کاش! وہی وہ (موت) فیصلہ کر دینے والی ○ نہیں فائدہ دیا مجھے میرے مال نے ○ فنا ہو گئی

عَنِّي سُلْطَانِيهِ ۖ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۚ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۚ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ

مجھ سے میری سلطنت ○ (حکم ہوگا) پکڑو اس کو پس طوق ڈال دو اسے ○ پھر پکٹی (جھڑکتی) آگ میں جھونک دو اس کو ○ پھر ایک زنجیر میں

ذَرَعَهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۚ وَ

کہ لمبائی اسکی ستر ہاتھ ہے پس (اس میں) جکڑ (یا پکڑو) دو اسے ○ بلاشبہ وہ تھا نہیں ایمان لاتا تھا اللہ عظیم والے پر ○ اور

لَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۚ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَمِيمٌ ۚ وَلَا طَعَامٌ

نہ وہ شوق دلاتا تھا کھانا کھلانے پر مسکین کو ○ پس نہیں ہے اس کے لیے آج یہاں کوئی غم خوار دوست ○ اور نہیں کوئی کھانا

إِلَّا مِنْ غُسُلَيْنِ ۖ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۚ

(اس کے لیے) سوائے زخموں کے دھوؤں کے ○ نہیں کھائیں گے اس کو مگر گناہ گار ہی ○

یہی وہ لوگ ہیں جو بد بخت ہیں جن کو امتیاز، رسوائی، عار اور فضیحت کے طور پر ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے جن میں اعمال بد درج ہوں گے، پس ان میں سے کوئی حزن و غم سے کہے گا: ﴿يَلَيْتَنِي لَمْ أَوتَ كِتَابِيَّةً﴾ ”اے کاش مجھے کتاب نہ دی گئی ہوتی۔“ کیونکہ یہ کتاب جہنم میں داخلے اور ابدی خسارے کی ”خوش خبری“ سناتی ہے۔ ﴿وَلَمْ أَذِرْ مَا حَسَابِيَّةً﴾ اور کاش میں بھولا بسر ہو گیا ہوتا، مجھے دوبارہ زندہ کیا جاتا نہ مجھ سے حساب لیا جاتا، اس لیے وہ کہے گا: ﴿يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ﴾ کاش میری موت، ایسی موت ہوتی جس کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا۔

پھر وہ اپنے مال اور سلطنت کی طرف التفات کرے گا تو وہ اس کے لیے وبال ہی وبال ہوں گے، اس نے اس میں سے کچھ بھی آگے روانہ نہ کیا، (اب) یہ مال، خواہ اسے فدیے میں دے دے، اسے عذاب سے نہیں بچا سکے گا، پس وہ کہے گا: ﴿مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَّةُ﴾ یعنی اس مال نے مجھے دنیا میں کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ میں نے اس میں سے کچھ بھی آگے نہیں بھیجا اور نہ یہ مال آخرت ہی میں میرے کام آیا کیونکہ اس کے نفع مند ہونے کا وقت گزر گیا۔ ﴿هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَّةُ﴾ یعنی سلطنت چلی گئی اور مٹ گئی، پس لشکروں نے کوئی فائدہ دیا نہ کثرت اور تعداد نے، ساز و سامان کوئی کام آیا نہ جاہ و جلال بلکہ سب کچھ رایگاں گیا، اس کے سبب سے تمام منافع کھو گئے اور اس کے بدلے میں غم و ہوم اور محتاجی نے آ گھیرا۔

پس اس وقت اسے عذاب میں ڈال دینے کا حکم دیا جائے گا، انتہائی سخت اور نہایت درشت خوف رشتوں سے کہا جائے گا: ﴿خُذْهُ وَفَعْلُوهُ﴾ یعنی اس کو پکڑو اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو جو اس کا گلا گھونٹ دے۔ ﴿ثُمَّ الْجَحِيمِ صَلْوُهُ﴾ پھر جہنم کے انگاروں اور اس کے شعلوں پر اسے الٹ پلٹ کرو ﴿ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا﴾ ”پھر زنجیر سے، جس کی ناپ ستر گز ہے“ یعنی انتہائی حرارت میں، جہنم کی زنجیروں کے ساتھ ﴿فَاسْلُكُوهُ﴾ ”اسے جکڑ دو“ یعنی ان زنجیروں میں پرو دو، وہ اس طرح کہ زنجیروں کو اس کی دبر میں داخل کر کے منہ کی طرف سے نکالا گیا ہو اور پھر ان زنجیروں میں لٹکا دیا گیا ہو، پس اسے ہمیشہ یہ انتہائی برا عذاب ملتا رہے گا۔ یہ بہت برا عذاب اور بہت بری سزا ہے، ہائے اس کے لیے حسرت ہے اس زجر و توبخ اور عتاب پر۔ وہ سبب جس نے اسے اس مقام پر پہنچایا یہ ہے کہ ﴿إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ﴾ وہ اپنے رب کا انکار کرنے والا اس کے رسولوں سے عناد رکھنے والا اور رسول جو حق لے کر آئے ہیں اس کو ٹھکرانے والا تھا ﴿وَلَا يَحْضُرُ عَلَى طَعَامٍ الْيَسْكِينِ﴾ یعنی اس کے دل میں رحم نہیں تھا کہ اس بنا پر فقر اور مساکین پر رحم کرتا۔ وہ اپنے مال میں سے ان کو کھانا کھلاتا نہ دوسروں کو ترغیب دیتا تھا کہ وہ ان کو کھانا کھلائیں کیونکہ اس کا دل ملامت کرنے والے ضمیر سے خالی تھا۔ سعادت اور اس کے مادے کا دار و مدار دو امور پر ہے:

(۱): اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص جس کی بنیاد ایمان باللہ ہے (۲): احسان کی تمام اقسام کے ذریعے سے مخلوق پر احسان کرنا جن میں سے سب سے بڑا احسان محتاجوں کو کھانا کھلا کر ان کی ضرورت پوری کرنا ہے..... مگر ان لوگوں کے پاس اخلاص ہے نہ احسان، اس لیے وہ اسی چیز کے مستحق ہیں جس کا استحقاق انھوں نے ثابت کیا ہے۔ ﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا﴾ ”پس نہیں ہے آج یہاں اس کے لیے“ یعنی قیامت کے دن ﴿حَيْمٌ﴾ کوئی قریبی رشتہ دار یا کوئی دوست جو اس کی سفارش کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے یا اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تُنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبا: ۲۳/۳۴) ”اللہ کے ہاں، کسی کے لیے سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لیے جس کے بارے میں خود سفارش کی اجازت دے۔“ نیز فرمایا: ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَيْمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ (المؤمن: ۱۸/۴۰) ”ظالموں کا کوئی جگہری دوست ہوگا نہ کوئی سفارش کرنے والا کہ اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔“ ﴿وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسِيلٍ﴾ ”اور نہ غسلین کے سوا ان کا کوئی کھانا ہے۔“ یہ اہل جہنم کی پیپ ہے جو حرارت، کڑواہٹ، بدبو اور بد ذائقہ ہونے میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہوگی۔ نہیں کھائیں گے یہ قابلِ مذمت کھانا ﴿إِلَّا الْغَاطُونَ﴾ مگر خطا کار ہی جو سیدھے راستے سے ہٹ گئے اور ہر اس راستے پر چل پڑے جو انھیں جہنم تک پہنچاتا ہے، اس لیے وہ دردناک عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصَرُونَ ۖ وَمَا لَا تُبْصَرُونَ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ^{۳۱}
سو قسم کھاتا ہوں میں ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو اور ان کی جو نہیں دیکھتے تم بلاشبہ یہ (قرآن) البتہ قول ہے رسول کریم کا
وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۖ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ۚ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۖ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۚ^{۳۲}
اور نہیں ہے یہ (قرآن) قول کسی شاعر کا بہت ہی کم ایمان لاتے ہو تم اور نہیں ہے (یہ) قول کسی کاهن کا، بہت ہی کم نصیحت پڑتے ہو تم (یہ تو) نازل شدہ ہے رب العالمین کی طرف سے اور اگر وہ (رسول) گھڑ کر لگا دیتا ہمارے ذمے بعض
الْأَقَاوِيلِ ۚ لَا خِذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ^{۳۳}
باتیں تو البتہ پکڑ لیتے ہم اس کا دایاں ہاتھ پھر البتہ ہم کاٹ دیتے اس کی رگ دل (شرگ)
فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَتَذَكُّرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۚ وَإِنَّا
پھر نہ ہوتا تم میں سے کوئی ایک بھی (نہیں) اس سے روکنے والا اور بلاشبہ وہ (قرآن) البتہ نصیحت ہے متقی لوگوں کیلئے اور یقیناً
لَنَعْلَمَنَّ أَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ وَإِنَّهُ

البتہ ہم جانتے ہیں کہ بیشک کچھ تم میں سے جھٹلانے والے ہیں اور یقیناً وہ (جھٹلانا) البتہ حسرت ہوگا کافروں پر اور بلاشبہ

لَحَقَّ الْيَقِينُ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٥٢﴾

البتہ یقینی حق ہے ○ پس تسبیح کیجئے اپنے رب کے نام کی جو عظمت والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی ہے جنہیں مخلوق دیکھ سکتی ہے اور جنہیں نہیں دیکھ سکتی، ان میں تمام مخلوق داخل ہے بلکہ اس کا نفس مقدس بھی شامل ہے۔ یہ قسم رسول اللہ ﷺ اور اس قرآن کی صداقت پر کھائی ہے جسے آپ لے کر آئے ہیں، نیز اس بات پر کہ رسول کریم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کفار کی تمام بہتان طرازیوں سے مثلاً یہ کہ آپ شاعر ہیں یا آپ جادوگر ہیں منزہ قرار دیا ہے۔ ان بہتان طرازیوں پر جس چیز نے ان کو آمادہ کیا، وہ ہے ان کا عدم ایمان اور عدم تفکر، چنانچہ اگر وہ ایمان لائے ہوتے اور انھوں نے غور و فکر کیا ہوتا تو انھیں معلوم ہو جاتا کہ کیا چیز انھیں فائدہ دیتی ہے اور کیا چیز نقصان دیتی ہے، اس میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے احوال میں غور کریں، آپ کے اوصاف اور اخلاق کو گہری نظر سے دیکھیں تاکہ ان کو ایسا معاملہ نظر آئے جو سورج کی مانند روشن ہے جو اس حقیقت کی طرف ان کی راہ نمائی کرتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں اور آپ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے اور وہ بشر کا قول نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایسا کلام ہے جو کلام کرنے والے کی عظمت، اس کے اوصاف کی جلالت، بندوں کے لیے اس کے کمال تربیت اور بندوں پر اس کے بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ ان کی طرف سے ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی حکمت کے لائق نہیں۔

اگر اس رسول نے اللہ پر کوئی جھوٹ گھڑا ہوتا ﴿بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ﴾ اور بعض جھوٹی باتیں بنائی ہوتیں۔ ﴿لَا خُذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ﴾ ○ ﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ ”تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور رگ گردن کاٹ دیتے۔“ (وَتِينَ) وہ رگ ہے جو دل کے قریب ہوتی ہے اگر وہ کٹ جائے تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے حاشا وکلا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو فوراً سزا دیتا اور آپ کو اس طرح پکڑتا جس طرح ایک غالب اور قدرت رکھنے والی ہستی پکڑتی ہے کیونکہ وہ حکمت والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے بارے میں جھوٹ گھڑنے والے کو مہلت نہ دے جو یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خون اور اموال اس کے لیے مباح ٹھہرا دیے ہیں جو اس کی مخالفت کریں، نجات صرف اسی کے لیے اور اس کے پیروکاروں کے لیے ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے اس کے لیے ہلاکت ہے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی اور جو کچھ لے کر وہ مبعوث ہوا اس کی صداقت پر واضح نشانیوں کے ساتھ دلائل و براہین دیے، اس کے دشمنوں کے خلاف اسے فتح و نصرت

سے نواز اور ان کی پیشانیاں اس کے قبضے میں دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رسالت پر سب سے بڑی گواہی ہے۔ ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ہلاک کرنا چاہے تو آپ خود اس کی ہلاکت سے بچ سکتے ہیں نہ کوئی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

﴿وَإِنَّهُ﴾ بے شک یہ قرآن کریم ﴿لَتَذَكُّرًا لِلْمُتَّقِينَ﴾ ”پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔“ وہ اپنے دین و دنیا کے مصالح کے بارے میں اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ پس وہ اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، چنانچہ وہ ان کو عقائد دینیہ، اخلاق حسنہ اور احکام شرعیہ کی یاد دہانی کراتا ہے۔ پس وہ علمائے ربانی، عباد عارفین اور ائمہ مہدیین بن جاتے ہیں۔ ﴿وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ﴾ ”اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض اسے جھٹلاتے ہیں۔“ اس میں رسول کو جھٹلانے والے اور تکذیب کرنے والوں کے لیے وعید اور تہدید ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو سخت عقوبت کے ذریعے سے سزا دے گا۔ ﴿وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ ”اور یہ کافروں کے لیے حسرت ہے۔“ چونکہ انھوں نے اس کا انکار کیا تھا اس نے ان کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ انھوں نے دیکھ لیا، اس لیے وہ حسرت کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اس سے رہنمائی حاصل نہ کی اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا، پس وہ ثواب سے محروم ہو کر شدید ترین عذاب میں مبتلا ہو گئے اور ان کے تمام اسباب منقطع ہو گئے۔

﴿وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ﴾ ”اور کچھ شک نہیں کہ یہ برحق ہے۔“ یعنی علم کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے کیونکہ علم کا بلند ترین مرتبہ یقین ہے اور یقین، علم ثابت کو کہا جاتا ہے جو کبھی متزلزل ہوتا ہے نہ زائل ہوتا ہے۔ یقین کے تین مراتب ہیں ان میں سے ہر مرتبہ ماقبل مرتبے سے بلند تر ہے:

اول: علم الیقین وہ علم ہے جو خبر سے مستفاد ہوتا ہے۔

ثانی: عین الیقین وہ علم ہے جس کا ادراک حاسہ بصر سے ہوتا ہے۔

ثالث: حق الیقین وہ علم جس کا ادراک حاسہ ذوق و لمس سے ہوتا ہے۔

اس قرآن میں حق الیقین کا وصف پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں جو علوم مذکور ہیں قطعی دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس میں جو حقائق اور معارف ایمانی ہیں وہ اسے حاصل ہوتے ہیں جس نے حق الیقین کا ذائقہ چکھا ہے۔ ﴿قَسْبَحَ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ ”پس تو اپنے رب عظیم کی پاکی بیان کر۔“ یعنی اسے ان اوصاف سے منزہ گردانیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں، اس کے اوصاف جلال و جمال اور اوصاف کمال کا ذکر کر کے اس کی تقدیس بیان کریں۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَعَارِجِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شرعی) جو نہایت مہربان، بہت دُرُکُرنے والا ہے

سُورَةُ الْمَعَارِجِ
(۱۰۰ مَائِكَةٌ ۱۸۹)مَرْبُوحَاتُهَا ۳۴
رُكُوعَاتُهَا ۲

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللَّهِ
سوال کیا ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا جو ہونی والا ہے ۝ کافروں پر نہیں اس کو کوئی ٹالنے والا ۝ اس اللہ کی طرف سے
ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَارُهُ خَمْسِينَ
جو میز جیوں والا ہے ۝ چڑھیں گے فرشتے اور روح (جبریل) اس کی طرف ایک ایسے دن میں کہ ہوگی مقدار اس کی پچاس
أَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاَصْبِرْ صَبْرًا جَدِيدًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝
ہزار سال ۝ پس آپ صبر کیجئے! صبر جمیل ۝ بلاشبہ وہ (لوگ) تو دیکھتے ہیں اس کو بعید ۝
وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝
اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ معاندین حق کی جہالت کو اور استہزاء کے طور پر ان کے عذاب الہی کو مشکل اور اس بارے میں
اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہوئے عذاب کے لیے جلدی مچانے کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿سَأَلَ سَائِلٌ﴾ یعنی
دعا کرنے والے نے دعا کی اور نصرت طلب کرنے والے نے نصرت طلب کی ﴿بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِّلْكَافِرِينَ﴾
”عذاب کی جو واقع ہو کر رہے گا کافروں پر۔“ ان کے کفر و عناد کی بنا پر، عذاب کے مستحق ہونے کی وجہ سے
﴿لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللَّهِ﴾ متکبر اور سرکش مشرکین میں سے جس کسی نے جلد عذاب کی خواہش کی ہے،
کوئی اس عذاب کو اس کے نازل ہونے سے قبل روک سکتا ہے نہ اس کے نازل ہونے کے بعد اس کو اٹھا سکتا ہے۔
یہ آیات کریمہ اس وقت نازل ہوئیں جب نصر بن حارث قرشی وغیرہ اہل شرک نے دعا کرتے ہوئے کہا:
﴿اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ ۚ أَفَإِنَّا بَعْدَآءُ الْيَوْمِ﴾
(الأنفال: ۳۲/۱۸) ”اے اللہ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر دردناک
عذاب لے آ“ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب ضرور واقع ہوگا، یا تو اس دنیا ہی میں جلد ان پر عذاب بھیج
دیا جائے گا یا آخرت میں (بتلا کرنے کے لیے) اس عذاب کو ان سے مؤخر کیا جائے گا۔

اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی ہوتی، اس کی عظمت، اس کی وسعت سلطنت اور اس کے اسماء اور
صفات کو پہچانا ہوتا تو وہ کبھی جلدی نہ مچاتے بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور ادب اختیار کرتے، اسی لیے اللہ
تعالیٰ نے اپنی عظمت کا ذکر فرمایا جو ان کے اقوال قبیحہ کی ضد ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ

وَالرُّوحُ إِلَیْهِ یعنی وہ بلندی، جلال اور عظمت کا مالک ہے، تمام مخلوقات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے جس کی طرف اس چیز کے ساتھ فرشتے عروج کرتے ہیں جس کی تدبیر پر انھیں مقرر کیا ہے اور اس کی طرف روح بلند ہوتی ہے۔

یہ اسم جنس ہے جو تمام ارواح کو شامل ہے، خواہ نیک ہوں یا بد، اللہ تعالیٰ کی طرف ارواح کا بلند ہونا، وفات کے وقت ہے۔ نیک لوگوں کی ارواح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتی ہیں انھیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف بلند ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے، یہاں تک کہ ارواح اس آسمان پر پہنچ جاتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ان کا رب تشریف فرما ہے، یہ ارواح اللہ تعالیٰ کے حضور تحیہ و سلام پیش کرتی ہیں، اس کے قرب سے سرفراز ہوتی ہیں اور اس کے قرب سے خوشی اور سرور حاصل کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ثناء و اکرام، بھلائی اور بڑائی حاصل ہوتی ہے۔

رہیں فساق و فجار کی ارواح تو وہ عروج کرتی ہیں جب وہ آسمان پر پہنچتی ہیں تو آنے کی اجازت طلب کرتی ہیں مگر ان کو اجازت نہیں دی جاتی اور ان کو زمین کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مسافت کا ذکر فرمایا جس کو طے کر کے فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ ان اسباب کے ذریعے سے ایک دن میں عروج کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان کیے ہیں اور اوپر چڑھنے میں ان کی لطافت، خفت اور سرعت رفتار ان کی اعانت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، عام عادی رفتار کے مطابق، یہ مسافت ابتدائے عروج سے لے کر اس حد تک جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ملاً اعلیٰ تک، پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔

یہ عظیم بادشاہی، یہ وسیع کائنات، علوی اور سفلی، اس کی تخلیق اور تدبیر کا انتظام وہی بلند و برتر کرتا ہے۔ پس وہ ان کے ظاہری و باطنی احوال کا علم رکھتا ہے، وہ ان کے ٹھکانے کو جانتا ہے اور اسے اس جگہ کا علم ہے جہاں ان کو سونپا جانا ہے، اس نے اپنی رحمت، احسان اور رزق ان تک پہنچایا جو ان سب پر عام اور سب کو شامل ہے۔ اس نے ان پر حکم قدری، حکم شرعی اور حکم جزائی کو جاری کیا۔ پس شدت ہے ان لوگوں کے لیے جو اس کی عظمت کے بارے میں جہالت کا شکار ہیں اور انھوں نے اس کی اس طرح قدر نہ کی جس طرح قدر کرنے کا حق ہے، پس انھوں نے عجز ثابت کرنے اور امتحان کے طور پر عذاب کے لیے جلدی مچائی..... پاک ہے حلم اور درگزر کرنے والی ہستی جس نے ان کو ڈھیل دیے رکھی مگر ان کو مہمل نہیں چھوڑا، انھوں نے اس کو اذیت پہنچائی مگر اس نے ان کے بارے میں صبر کیا، ان کو معاف کر دیا اور ان کو رزق عطا کیا۔

یہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک احتمال ہے، پس یہ عروج اور چڑھنا اس دنیا میں ہے کیونکہ آیت کریمہ کا پہلا سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔ ایک احتمال یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں پر اپنی عظمت، جلال اور کبریائی ظاہر کرے گا جو اس کی معرفت کی سب سے بڑی دلیل ہے وہ فرشتوں اور

اوراح کو تدابیر الہیہ اور امور ربانیہ کے ساتھ چڑھتے اترتے مشاہدہ کریں گے یہ اس روز ہوگا جس کا اندازہ اسکی لمبائی اور شدت کی بنا پر پچاس ہزار سال ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ مومنوں پر تخفیف فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَبِيلًا﴾ اپنی قوم کو دعوت دینے پر صبر جمیل کیجیے اس میں کوئی تنگ دلی ہونہ کوئی ملال بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہیے، اس کے بندوں کو اس کی توحید کی دعوت دیجیے، آپ ان میں عدم اطاعت اور عدم رغبت کا جو مشاہدہ کرتے ہیں، یہ چیز آپ کو انھیں دعوت دینے سے روک نہ دے کیونکہ اس پر صبر کرنے میں خیر کثیر نہاں ہے۔ ﴿اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَزَلَتْ قَرِيْبًا﴾ ”وہ اس (قیامت) کو دور تصور کرتے ہیں اور ہم اسے نزدیک دیکھ رہے ہیں۔“ آیت میں مذکورہ ضمیر قیامت کے دن کی طرف لوٹی ہے جس میں عذاب کے بارے میں سوال کرنے والوں کے لیے عذاب ہوگا، یعنی ان کا حال اس شخص کا سا ہے جو قیامت کا منکر ہے جس پر بدبختی اور اندیشہ غالب ہو جاتی کہ اسے وہ چیز بھی دور نظر آئے جو اس کے سامنے ہے، یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ (دن) قریب نظر آتا ہے کیونکہ وہ بہت نرم اور بردبار ہے، سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا وہ جانتا ہے کہ جسے آتا ہے وہ آ کر رہے گا، پس وہ بہت قریب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہولناکیوں اور ان امور کا ذکر فرمایا جو اس میں واقع ہوں گے، چنانچہ فرمایا:

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمٰوٰتُ كَالْهٰمِلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْئَلُ

اس دن ہوگا آسمان جیسے گھملا ہوا تانبا ۝ اور ہوں گے پہاڑ جیسے ڈھکی ہوئی رنگین اون ۝ اور نہیں پوچھے گا

حَيِّمٌ حَبِيْبًا ۝ يَبْصُرُوْنَهُمْ ط يُوْدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِذِيْ

کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو ۝ حالانکہ کھلائے جائیں گے وہ انکو، پسند کریگا مجرم کا کفدے میں دے عذاب سے (بچنے کیلئے) اس دن کے

بَنِيْهِ ۝ وَصٰحِبَتُهُ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتُهُ الَّتِي نُّوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

اپنا بیٹا ۝ اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی ۝ اور اپنا خاندان وہ جو جگہ (پناہ) دیتا ہے اسے ۝ اور وہ جو زمین میں ہیں

جَمِيْعًا لَّا تُمِيْنُ حِيْهِ ۝ كَلَّا ط اِنَّهَا لَظٰی ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۝ تَدْعُوْا

سب پھر وہ (فدیہ) نجات دلا دے اسکو ۝ ہرگز نہیں! بلاشبہ وہ آگ ہے بھڑکتی ہوئی ۝ ادھیڑ ڈالنے والی کھالوں کو ۝ پکارے گی وہ

مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلٰی ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ۝

(ہر) اس شخص کو جس نے پیٹھ پھیری (حق سے) اور منہ موڑا ۝ اور جمع کیا (مال) اور سینت کر رکھا ۝

﴿يَوْمَ﴾ یعنی قیامت کے دن جس میں یہ بڑے بڑے واقعات وقوع میں آئیں گے ﴿تَكُوْنُ السَّمٰوٰتُ

كَالْهٰمِلِ﴾ ”آسمان ہو جائے گا مہل کی طرح۔“ اور وہ گھملا ہوا سیسہ ہے۔ آسمان کے پھٹ جانے اور بے انتہا

ہولناکی کے باعث آسمان پگلے ہوئے سیسے کی مانند ہو جائے گا۔ ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ﴾ ”اور پہاڑ

ہو جائیں گے روئی کی طرح۔“ اور وہ ہے دھنکی ہوئی اون، اس کے بعد اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ختم ہو جائیں گے۔ جب ان بڑے بڑے اجرام پر یہ گھبراہٹ اور بے قراری طاری ہوگی تو اس کمزور بندے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کی کمر کو گناہوں کے بوجھ نے بوجھل کر رکھا ہوگا؟ کیا وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اس کا دل اکھڑ جائے اس کی عقل و خرد زائل ہو جائے اور وہ ہر ایک سے غافل ہو جائے؟ اس لیے فرمایا:

﴿وَلَا يَسْتَلْ حَبِیْمٌ حَبِیْمًا یُبْصِرُوْنَهُمْ﴾ (حَمِیْم) سے مراد قریبی ہے، یعنی قریبی دوست، وہ اپنے دوست کو دیکھے گا مگر اس کے دل میں اتنی گنجائش نہ ہوگی کہ وہ اس کا حال پوچھ سکے، نہ وہ ان امور کے بارے میں پوچھ سکے گا جو ان کی آپس کی معاشرت اور محبت کے متعلق ہوں گے، بس اسے اپنے آپ کا غم ہوگا۔ ﴿یُوْذُ الْمُجْرِمُ﴾ جس پر عذاب کا استحقاق ثابت ہو چکا ہوگا، خواہش کرے گا ﴿لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمَیْنِمْ بِبَنِیْنِہٖ ۝ وَصَاحِبَتِہٖ﴾ ”کہ کسی طرح اس دن کے عذاب کے بدلے میں اپنے بیٹے اور اپنی بیوی دے دے۔“ ﴿وَآخِیْنِہٖ ۝ وَفَصِیْلَتِہٖ﴾ ”اور اپنا بھائی اور اپنا خاندان“ یعنی اپنی قرابت ﴿الَّتِیْ تُؤْتِیْہٖ﴾ ”جس میں وہ رہتا تھا۔“ یعنی دنیا کے اندر عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ باہم ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہیں۔ پس قیامت کے دن کوئی کسی کے کام آئے گا نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش ہی کر سکے گا بلکہ اگر عذاب کا مستحق، جو کچھ زمین میں ہے، سب فدیے میں دے کر عذاب سے بچنا چاہے، تب بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿کَلَّا﴾ یعنی اب ان کے لیے کوئی حیلہ ہے نہ مدد کا موقع، ان پر تیرے رب کا فیصلہ واجب ہو چکا، رشتے داروں اور دوستوں کا فائدہ بھی جا چکا۔ ﴿إِنَّمَا کَفٰی ۝ نَزَّاعَةً لِّلْسَوٰی﴾ ”وہ آگ ہوگی کھالوں کو ادا ہیز دینے والی“، یعنی ظاہری و باطنی اعضا کو اپنے سخت عذاب کی وجہ سے اکھاڑ دے گی۔ ﴿تَدْعُوْا﴾ اپنی طرف بلائے گی ﴿مِّنْ اَدْبَرَ وَاَوَّلٰی ۝ وَجَمَعَ فَاوْعٰی﴾ اس کو جس نے اتباع حق سے پیٹھ پھیری، اس سے منہ موڑا اور حق سے کوئی غرض نہ رکھی، مال پہ مال جمع کرتا رہا اور اسے سینت سینت کر رکھتا رہا، اس میں سے اللہ کے راستے میں کچھ بھی خرچ نہ کیا جسے خرچ کر کے اپنے آپ سے جہنم کو دور کرتا۔ پس جہنم ان لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور ان پر شعلہ زن ہونے کے لیے تیار رہتا ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ

بلاشبہ انسان پیدا کیا گیا تھوڑا ۙ جب بُخشتی ہے اسے برائی تو بہت جزع فزع کرتا ہے ۙ اور جب پہنچتی ہے اسے بھلائی تو نہایت بخیل ہے ۙ

اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

مگر وہ نمازی ۙ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں ۙ اور وہ لوگ کہ ان کے مالوں میں حق ہے

مَعْلُوْمٌ ۙ لِّلْسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۙ وَالَّذِیْنَ یَصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۙ

مقرر ۙ سوالی اور محروم کے لیے ۙ اور وہ لوگ جو تصدیق کرتے ہیں یوم جزا کی ۙ

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٩﴾

اور وہ لوگ کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں ○ بلاشبہ عذاب ان کے رب کا (ایسا) ہے کہ نہ بے خوف ہوا جائے (اس سے) ○

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٣٠﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

اور وہ لوگ کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ مگر اپنی بیویوں سے اور جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ

فَاتَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣١﴾ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ ﴿٣٢﴾

تو بلاشبہ وہ نہیں ملامت زدہ ○ پس جو کوئی تلاش کرے علاوہ اس کے تو وہی لوگ ہیں حد سے گزرنے والے ○

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ

اور وہ لوگ کہ وہ اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اپنی شہادتوں پر

قَائِمُونَ ﴿٣٤﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٥﴾

قائم رہنے والے ہیں ○ اور وہ لوگ کہ وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں ○

أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٦﴾

یہی لوگ باغوں میں معزز ہوں گے ○

یہ انسان کا وہ وصف ہے جیسا کہ وہ ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت بیان کی ہے کہ وہ انتہائی بے صبر ہے، پھر ”بے صبرے“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا﴾ پس اگر کبھی اس پر فقر یا کسی مرض کا حملہ ہوتا ہے یا مال و متاع، گھر والوں اور اولاد میں سے کوئی محبوب چلا جاتا ہے تو وہ انتہائی بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، اس بارے میں صبر کو استعمال نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہی ہوتا ہے۔ ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا﴾ ”اور جب اسے آسائش پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا کیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔ پس وہ مصیبت اور سختی کے وقت بے صبری کرتا ہے اور فراخی اور خوشحالی کے وقت مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ ﴿إِلَّا الْبَصِلِينَ﴾ سوائے ان نمازیوں کے جو ان اوصاف سے موصوف ہیں کہ جب ان کو بھلائی حاصل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور اس کے راستے میں وہ مال خرچ کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرہ مند کیا ہے۔ جب انھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتے ہیں اور ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

ان کے وصف میں فرمایا: ﴿الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ﴾ یعنی نماز پر، اس کی تمام شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے دیگر امور کے ساتھ اس کے اوقات میں بیٹھتی کرتے ہیں۔ وہ اس شخص کی مانند نہیں ہیں جو نماز نہیں پڑھتا یا جو بے وقت پڑھتا ہے یا وہ نماز پڑھتا ہے مگر ناقص طریقے سے۔

﴿وَالَّذِينَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾ ”اور جن کے مال میں حصہ مقرر ہے۔“ یعنی زکوٰۃ اور صدقات میں سے ﴿لَسَّ اٰیِل﴾ ”سائل کے لیے“ جو سوال کرتا ہے ﴿وَالْمَحْرُوْمُ﴾ ”اور محروم کے لیے۔“ یہ وہ مسکین ہے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتا کہ لوگ اسے عطا کریں اور نہ اس کے حاجت مند ہونے کا پتا چلتا ہے کہ لوگ اس پر صدقہ کریں۔ ﴿وَالَّذِينَ يُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ﴾ یعنی جزا و سزا اور قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے جو خبر دی ہے، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور انھیں اس پر یقین ہے۔ پس وہ آخرت کے لیے تیاری کرتے ہیں اور اس کے لیے پوری طرح کوشش کرتے ہیں، قیامت کے دن کی تصدیق سے رسولوں اور ان کتابوں کی، جن کو لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں، تصدیق لازم آتی ہے۔ ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ﴾ یعنی اپنے رب کے عذاب سے خائف اور ڈرتے ہیں اس لیے وہ ہر اس کام کو چھوڑ دیتے ہیں جو انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے قریب کرتا ہے۔ ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَا مُوْنِ﴾ ”بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے والی چیز نہیں ہے۔“ یہ وہ عذاب ہے جس سے ڈرا جاتا اور بچا جاتا ہے۔

﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِقُرُوْجِهِمْ حَفِیْظُوْنَ﴾ پس وہ اپنی شرم گاہوں کے ذریعے سے ایسی مجامعت نہیں کرتے جو حرام قرار دی گئی ہو، یعنی زنا، سدومیت (قوم لوط والاعمل)، بیوی کی دیر میں مجامعت اور حالت حیض وغیرہ میں مجامعت سے بچتے ہیں، نیز وہ اپنی شرم گاہوں کی ان لوگوں کے دیکھنے اور چھونے سے حفاظت کرتے ہیں جن کے لیے دیکھنا اور چھونا جائز نہیں۔ وہ ان تمام وسائل محرمہ کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو فحش کام کے ارتکاب کی دعوت دیتے ہیں ﴿اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ﴾ ”مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں سے“ یعنی ان کے پاس جانے میں ﴿فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ﴾ ”ان پر کوئی ملامت نہیں۔“ یعنی اس مقام میں جماع کرنے پر، جو کھیتی کا مقام ہے، ان پر کوئی ملامت نہیں۔

﴿فَمَنْ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ پس جو بیوی اور لونڈی کے علاوہ تلاش کریں ﴿فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ ”تو وہ حد سے نکل جانے والے ہیں“ یعنی وہ لوگ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرائی ہے اس سے تجاوز کر کے اس میں پڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ یہ آیت کریمہ نکاح متعہ (اور مروجہ حلالہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ زوجہ مقصود ہے نہ لونڈی۔ ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِمَنْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ یعنی وہ امانتوں اور عہد کی رعایت رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہیں، امانتوں کو ادا کرنے اور عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ان تمام امانتوں کو شامل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہیں جیسے وہ پوشیدہ امور جن کا انسان مکلف بنایا گیا ہے اور انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ امانتیں جو ان اموال اور اسرار کے بارے میں ہیں جو آپس میں بندوں کے مابین ہیں۔

اسی طرح یہ عہد اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے مخلوق سے کیا ہے کیونکہ عہد کے بارے میں بندے سے پوچھا جائے گا کہ آیا وہ اس عہد پر قائم رہا اور اسے پورا کیا یا اس نے اسے دور پھینک دیا، اس میں خیانت کی اور اس پر قائم نہ رہا؟

﴿وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ﴾ یعنی وہ کسی کی بیشی اور کچھ چھپائے بغیر صرف اسی بات کی گواہی دیتے ہیں جسے وہ جانتے ہیں، وہ گواہی میں کسی رشتہ کی رعایت رکھتے ہیں نہ کسی دوست و غیرہ کی۔ ان کے نزدیک، اس گواہی کو قائم کرنے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ﴾ (الطلاق: ۲/۶۵) ”اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی کو قائم کرو۔“ اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ﴾ (النساء: ۱۳۵/۴) ”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے بن جاؤ، اللہ کے لیے گواہی دو، خواہ یہ گواہی خود تمہارے خلاف، تمہارے والدین اور قریبی رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔“ ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ﴾ ”اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی بہترین طریقے سے اس پر مداومت کے ذریعے سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

﴿أُولَٰئِكَ﴾ یعنی جو لوگ ان صفات سے موصوف ہیں وہ ﴿فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمَاتٍ﴾ ”جنتوں میں عزت والے ہو گئے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے نوازے گا جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی اور وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت و خیر کو اوصاف کاملہ، اخلاق فاضلہ سے موصوف کیا ہے، یعنی عبادتِ بدنیہ، مثلاً: نماز اور اس پر مداومت، اعمالِ قلبیہ، مثلاً: خشیتِ الہی جو ہر بھلائی کو دعوت دیتی ہے، عباداتِ مالیہ، عقائدِ نافعہ، اخلاقِ فاضلہ، اللہ تعالیٰ سے معاملہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بہترین معاملہ، یعنی ان کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے حقوق اور ان کی امانتوں کی حفاظت کرنا، ایسے افعال سے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے عفت کامل اختیار کرنا۔

فَمَا لَ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿۲۹﴾ عَنِ الْيَهُودِ وَعَنِ النَّسَارَىٰ عِزِينَ ﴿۳۰﴾

پس کیا ہے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا کہ آپ کی طرف تیزی سے دوڑے آ رہے ہیں؟ دائیں سے اور بائیں سے گروہ در گروہ؟

أَيُّطَمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿۳۱﴾ كَلَّا ط إِنَّآ

کیا طمع رکھتا ہے ہر شخص ان میں سے یہ کہ داخل کیا جائے گا وہ نعمت والی جنت میں؟ ہرگز نہیں! بلاشبہ

خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿۳۲﴾

ہم نے پیدا کیا ہے انہیں اس چیز سے کہ وہ (اس کو) جانتے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کی فریب خوردگی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ﴾ ”پس ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمھاری طرف دوڑے چلے آتے ہیں“ یعنی بڑی سرعت سے ﴿عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزَّتَيْنِ﴾ ”دائیں بائیں سے گروہ گروہ ہو کر“ یعنی متفرق گروہوں اور مختلف جماعتوں میں۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے۔

﴿أَيُظَنُّ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ﴾ ”کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ نعمت کے باغ میں داخل کیا جائے گا“ یعنی کس سبب کی بنا پر وہ توقع رکھتے ہیں جبکہ ان سب کا حال یہ ہے کہ انھوں نے کفر اور رب کائنات کے انکار کے سوا کچھ آگے نہیں بھیجا؟ بنا بریں فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ ”یعنی معاملہ ان کی آرزوؤں کے مطابق ہوگا نہ وہ اپنی قوت کے ذریعے سے ہر وہ چیز حاصل کر سکیں جسے وہ چاہیں گے۔ ﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ﴾ ”ہم نے انھیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔“ یعنی ہم نے انھیں اچھل کر گرنے والے پانی سے بنایا جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔ پس وہ بہت کمزور ہیں، وہ خود اپنے کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں، وہ موت پر قادر ہیں نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر۔

فَلَا أَقْسَمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ﴿٣٠﴾ عَلَى أَنْ تُبَدِّلَ خَيْرًا
پس قسم کھاتا ہوں میں رب کی مشرقوں اور مغربوں کے یقیناً ہم البتہ قادر ہیں ○ اس بات پر کہ ہم بدلے میں لے آئیں بہتر ان
مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٣١﴾ فَذَرَهُمْ يَحْضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّى
سے اور نہیں ہیں ہم عاجز و مغلوب ○ پس آپ چھوڑ دیجئے انہیں کہ وہ مشغول رہیں (باطل میں) اور کھیلنے رہیں یہاں تک کہ
يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سَرَاعًا
ملاقات کریں وہ اپنے اس دن سے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں وہ ○ جس دن وہ نکلیں گے قبروں سے دوڑتے ہوئے
كَانَتْهُمْ إِلَى نَصَبٍ يُؤْفَضُونَ ﴿٣٣﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهُقُهُمْ ذِلَّةٌ
گویا کہ وہ تھانوں (بتوں) کی طرف دوڑ رہے ہیں ○ جھکی ہوں گی ان کی نگاہیں ڈھانپتی ہوگی ان کو ذلت

ذٰلِكَ الْيَوْمِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٣٤﴾

یہی ہے وہ دن جس کا تمھو وہ وعدہ دیئے جاتے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشارق و مغارب، سورج، چاند اور ستاروں کی قسم ہے کیونکہ ان میں قیامت پر اور ان کی مانند ایسے لوگ لے آنے میں اس کی قدرت پر بڑی بڑی نشانیاں ہیں جو عین انہی کی طرح ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَنُنَشِّئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الواقعة: ۶۱، ۵۶) ”اور ہم تمھیں ایسے جہان میں پیدا کریں جس کو تم نہیں جانتے۔“ ﴿وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ﴾ ”یعنی اگر ہم کسی کو دوبارہ زندہ کریں تو وہ ہم پر

سبقت لے جا سکتا ہے نہ ہم سے آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہمیں عاجز کر سکتا ہے۔

جب حیات بعد الممات اور جزا و سزا متحقق ہوگئی اور وہ اپنی تکذیب اور عدم اطاعت پر جم گئے ﴿قَدْ زُهِمَّ يَخْضُوا وَيَلْعَبُوا﴾ ”تو آپ ان کو باطل میں پڑے رہنے اور کھیلنے میں چھوڑ دیں“ یعنی باطل اقوال اور فاسد عقائد میں مشغول اپنے دین سے کھیلے رہیں، کھاتے پیتے اور مزے اڑاتے رہیں ﴿حَتَّى يُلْقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ﴾ ”حتیٰ کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس سے ملاقات کر لیں۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عبرت ناک سزا اور وبال تیار کر رکھا ہے جو ان کے باطل اقوال و عقائد میں مشغول رہنے کا انجام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے حال کا ذکر فرمایا جب وہ اس دن کا سامنا کریں گے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا، چنانچہ فرمایا: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ﴾ ”اس دن یہ قبروں سے نکلیں گے۔“ ﴿سِرَاعًا﴾ ”دوڑتے ہوئے۔“ پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بڑی سرعت سے اس پکار کی طرف لپکیں گے ﴿كَانَهُمْ إِلَىٰ نَصَبٍ يُوَفِّضُونَ﴾ ”جیسے وہ معین نشان کی طرف دوڑ رہے ہوں۔“ یعنی گویا کہ وہ ایک نشان کا قصد رکھتے ہیں، وہ اس داعی کی آواز کی نافرمانی کر سکیں گے نہ پکارنے والے کی پکار سے ادھر ادھر التفات کریں گے بلکہ ذلیل و مقہور ہو کر رب کائنات کے سامنے پیش ہوں گے۔

﴿حَاشَعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرَهِقُهُمْ ذَلَّةٌ﴾ وہ اس طرح کہ ذلت اور اضطراب ان کے دلوں اور عقلوں پر غالب آجائیں گے، ان کی نگاہیں جھک جائیں گی، تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جائیں گی، پس یہ حال اور یہ انجام اس دن ہوگا ﴿الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ﴾ ”جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا“ اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کا پورا ہونا لازمی امر ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ نُوْحٍ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 (اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے)

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ①

بلاشبہ ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف یہ کہ ڈراتو اپنی قوم کو پہلے اس سے کہ آئے ان کے پاس عذاب بہت دردناک ○

قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي نَذِيرٌ مُّبِينٌ ② أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا ③

نوح نے کہا اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں ڈرائیوالا ہوں ظاہر ○ یہ کہ تم عبادت کرو اللہ کی اور ڈرو اس سے اور اطاعت کرو میری ○

يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ④ إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ

وہ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور مہلت دے گا تمہیں ایک وقت مقرر تک بلاشبہ اللہ کا (مقرر) وقت جب آتا ہے تو

لَا يُؤَخِّرُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٣﴾ فَلَمْ

نہیں مؤخر کیا جا تا وہ کاش کہ ہوتے تم جانے ۲ نوح نے کہا اے میرے رب! بلاشبہ میں نے دعوت دی اپنی قوم کو رات اور دن ۳ سونہ

يَزِدُّهُمْ دُعَاءِي إِلَّا فَرَارًا ﴿٤﴾ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ

زیادہ کیا انہیں میری دعوت نے مگر (حق سے) بھاگتے ہی میں ۴ اور میں نے جب بھی دعوت دی انکو تا کہ بخشے تو انہیں تو کر لیں انہوں نے اپنی انگلیاں

فِي أَذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا وَاسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَارًا ﴿٥﴾ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ

اپنے کانوں میں اور لپیٹ لیے انہوں نے (اپنے اوپر) اپنے کپڑے اور اڑے رہے وہ اور تکبر کیا انہوں نے تکبر کرتا بڑا ۵ پھر میں نے دعوت دی انہیں

جَهَارًا ﴿٦﴾ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٧﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا

بہ آواز بلند ۶ پھر میں نے علانیہ کہا ان سے اور خفیہ کہا ان سے بالکل خفیہ ۷ چنانچہ میں نے کہا مغفرت مانگو تم

رَبِّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿٨﴾ يُرْسِلُ السَّيَّءَ عَلَيْكُمْ مَّدْرَآةً ﴿٩﴾ وَيَمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ

اپنے رب سے بلاشبہ وہ ہے بڑا بخشنے والا ۸ وہ بھیجے گا آسمان (سے بارش) تم پر موسلا دھار ۹ اور وہ بڑھائے گا تمہیں ساتھ مالوں

وَبَنِينَ وَيَجْعَلُ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلُ لَكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٠﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ

اور بیٹوں کے اور (پیدا) کریگا تمہارے لیے باغات اور (جاری) کریگا تمہارے لیے نہریں ۱۰ کیا ہے تمہیں کہ نہیں عقیدہ رکھتے تم اللہ کیلئے

وَقَارًا ﴿١١﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٢﴾ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَبُوتٍ

وقار (عظمت) کا؟ ۱۱ حالانکہ اس نے پیدا کیا تمہیں مختلف مرحلوں میں ۱۲ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ کس طرح پیدا کیے اللہ نے سات آسمان

طَبَاقًا ﴿١٣﴾ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ﴿١٤﴾ وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ

اوپر نیچے؟ ۱۳ اور اس نے بنایا چاند کو ان میں نور اور بنایا سورج کو چراغ ۱۴ اور اللہ نے اگایا ہے تمہیں

مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٥﴾ ثُمَّ يَعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٦﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ

زمین سے (خاص انداز سے) اگانا ۱۵ پھر وہ لوٹائے گا تمہیں اس میں اور وہ نکالے گا تمہیں (دوبارہ) نکالنا ۱۶ اور اللہ نے بنایا

لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٧﴾ لَتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿١٨﴾ قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ

تمہارے لیے زمین کو بچھونا ۱۷ تاکہ تم چلو اس کی کشادہ راہوں میں ۱۸ کہا نوح نے اے میرے رب! بلاشبہ انہوں نے

عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدَّهُمْ مَّالَهُ وَلَكُدَّةً إِلَّا خَسَارًا ﴿١٩﴾ وَمَكْرُوهًا

نافرمانی کی میری اور پیروی کی انہوں نے انکی کہ نہیں زیادہ کیا اسکو سکے مال اور انکی اولاد نے مگر خسارے ہی میں ۱۹ اور مکر کیا انہوں نے

مَكْرًا كِبَارًا ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا

مکر بہت بڑا ۲۰ اور کہا انہوں نے بالکل نہ چھوڑنا تم اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑنا تم ود کو اور نہ سواع کو

وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢١﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ

اور نہ یغوث کو اور نہ یعوق کو اور نہ نسر کو ۲۱ اور تحقیق انہوں نے گمراہ کیا بہتوں کو اور نہ زیادہ کر تو (یا اللہ!) ان ظالموں کو

إِلَّا ضَلَالًا ۝۲۳ مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا ۖ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ

مگر گمراہی ہی میں ۝ بوجہ اپنی خطاؤں کے غرق کیے گئے وہ پھر داخل کیے گئے وہ آگ میں، تو نہ پایا انہوں نے اپنے لیے

مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا ۝۲۴ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ

سوائے اللہ کے کوئی مددگار ۝ اور کہا نوح نے اے میرے رب! نہ چھوڑ تو اوپر زمین کے (ان) کافروں میں سے

دَيَّارًا ۝۲۵ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝۲۶

کوئی رہنے سہنے والا ۝ بلاشبہ تو نے اگر چھوڑا ان کو تو وہ گمراہ کریں گے تیرے بندوں کو اور نہیں جنس گے وہ مگر فاجر کافر ہی ۝

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ

اے مرے رب! تو مغفرت فرما میری اور میرے والدین کی اور (ہر) اس شخص کی جو داخل ہو میرے گھر میں مؤمن ہو کر اور ایمان والوں

وَالْمُؤْمِنَاتِ ط وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝۲۷

اور ایمان والیوں کی اور نہ زیادہ کر تو ظالموں کو مگر تباہی اور ہلاکت میں ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سورہ مبارکہ میں، حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی قوم کے اندر، ایک طویل زمانے تک رہنے، ان کو بار بار دعوت توحید دینے اور شرک سے روکنے کی بنا پر ان کا الگ قصہ بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر رحم کرتے ہوئے، ان کو دردناک عذاب سے متنبہ کرتے ہوئے اور ان کو اپنے کفر پر جہنم سے ڈراتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا، مبادا اللہ تعالیٰ ان کو ابدی ہلاکت اور سرمدی عذاب میں مبتلا کر دے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے سر تسلیم خم کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کے لیے آگے بڑھے اور فرمایا: ﴿يَقُولُ إِنِّي نَذِيرٌ مُّبِينٌ﴾ یعنی میں انداز اور تنبیہ کو واضح کر کے کھول کھول کر بیان کرتا ہوں۔ یہ اس لیے کہ آپ نے جس چیز کے ذریعے سے تنبیہ کی اس کو واضح کیا اور جس کے بارے میں تنبیہ کی گئی اس کو واضح کیا اور جس چیز کے ذریعے سے نجات حاصل ہوتی ہے ان سب باتوں کو شافی طور پر بیان کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو آگاہ کیا اور اس بارے میں بنیادی چیز کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنِ اعْبُدُوا اللَّهَ

وَاتَّقُوهُ﴾ ”یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو“ اور وہ اس طرح کہ عبادت و توحید میں اللہ تعالیٰ کو یکتا قرار دیا جائے اور شرک کے تمام راستوں اور وسائل سے دور رہا جائے کیونکہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا جب وہ ان کے گناہ بخش دے گا تو انہیں عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی اور وہ ثواب سے بہرہ مند ہوں گے۔ ﴿وَيُخَوِّذْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ یعنی اس دنیا میں تمہیں متمتع کرے گا اور ایک مدت مقررہ تک ہلاکت کو تم سے دور ہٹا دے گا، یعنی اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے دنیا میں باقی رہنے کی مقدار ایک محدود

وقت تک موخر کر دی جائے گی اور یہ متاع ابدی نہیں ہے، موت کو ضرور آنا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ مَوْعِدُهُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ ”جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی، کاش تم جانتے ہوتے۔“ تو تم اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے نہ حق کے ساتھ عناد رکھتے۔ پس انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا نہ ان کے حکم کی اطاعت کی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا: ﴿رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَايَ إِلَّا فِرَارًا﴾ ”میرے رب! میں اپنی قوم کو دن رات بلاتا رہا، لیکن وہ میرے بلانے سے اور زیادہ گریز کرتے رہے۔“ یعنی حق سے نفرت اور اس سے روگردانی میں اضافہ ہی ہوا، پس دعوت کا کوئی فائدہ باقی نہ رہا کیونکہ دعوت کا فائدہ تب ہے کہ دعوت کے تمام مقاصد یا ان سے کچھ مقاصد حاصل ہوں۔ ﴿وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ﴾ ”اور میں نے جب بھی ان کو پکارا تا کہ تو ان کو بخش دے۔“ یعنی اس وجہ سے پکارا کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں۔ جب وہ دعوت کو قبول کر لیں گے تو ان کو بخش دیا جائے گا اور اس میں محض ان کی مصلحت ہے مگر وہ اپنے باطل پر مصر اور حق سے دور بھاگتے رہے ﴿جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ﴾ ”انھوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔“ اس ڈر سے کہ کہیں وہ باتیں ان کے کان میں نہ پڑ جائیں جو ان سے، ان کا نبی نوح (علیہ السلام) کہتا ہے۔ ﴿وَاسْتَعْصَفُوا شِيَابَهُمْ﴾ ”یعنی حق سے بعد اور بغض کی بنا پر، اپنے آپ کو کپڑوں سے ڈھانپ کر پردہ کر لیا۔“ اور انھوں نے اپنے کفر اور شر پر اصرار کیا ﴿وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾ ”اور حق کے مقابلے میں تکبر کیا، پس ان کا شر بڑھ گیا اور بھلائی ان سے دور ہو گئی۔“ ﴿ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جَهَادًا﴾ ”پھر میں ان کو کھلے طور بلاتا رہا۔“ یعنی میں ان سب کو سنا کر دعوت دیتا رہا ﴿ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا﴾ ”اور ظاہر اور پوشیدہ، ہر طرح سمجھاتا رہا۔“ یہ سب ان کے ایمان لانے کی حرص اور ان کی خیر خواہی ہے اور ان پر ہر اس طریقے کا استعمال ہے جس کے ذریعے سے مقصد کے حصول کا گمان ہو۔

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ﴾ ”یعنی میں نے انھیں کہا کہ تم جن گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہو، ان کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی بخشش طلب کرو۔“ ﴿إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا﴾ ”جو کوئی توبہ کر کے اس سے بخشش طلب کرتا ہے، وہ اسے کثرت سے بخشتا ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی بخشش اور اس پر جو ثواب مرتب ہوتا ہے اور جو عذاب دور ہوتا ہے، اس کی ترغیب دی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو دنیا کی فوری بھلائی کے ذریعے سے ترغیب دی، چنانچہ فرمایا: ﴿يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا﴾ ”یعنی وہ تم پر لگاتار بارش برسائے گا جو وادیوں اور ٹیلوں کو سیراب کر دے گی، شہروں اور بندوں کو زندگی عطا کرے گی۔“ ﴿وَيُنْذِرْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ﴾ ”یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے اموال میں، جن کے ذریعے سے تم دنیا کی ہر وہ چیز حاصل کرتے ہو، جس کی تمھیں طلب ہوتی ہے اور تمھاری اولاد میں کثرت عطا

کرے گا ﴿وَيَجْعَلُ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلُ لَكُمْ أَنْهَارًا﴾ ”اور تمہارے لیے باغات پیدا کرے گا اور نہریں جاری کر دے گا۔“ یہ دنیا کی لذتوں اور اس کے مطالب کی انتہا ہے۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾ تمہیں کیا ہے، تم اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے اس سے خوف نہیں کھاتے اور تمہارے ہاں اللہ تعالیٰ کی کوئی قدر نہیں؟ ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾ ”حالانکہ اس نے تمہیں مختلف اطوار میں پیدا کیا۔“ یعنی ماں کے پیٹ میں، تخلیق کے مختلف مراحل میں پیدا کیا، پھر رضاعت، پھر سن طفولیت، پھر سن تمیز اور پھر جوانی میں منتقل کیا، پھر اس مرحلے میں لے گیا جہاں تمام مخلوق پہنچتی ہے۔ پس وہ ہستی جو تخلیق اور بے مثال تدبیر میں منفرد ہے، صرف اسی کے لیے عبادت اور توحید مختص ہے۔ بندوں کی تخلیق کی ابتدا کے ذکر میں معاد کی طرف اشارہ ہے اور وہ ہستی جو انھیں عدم سے وجود میں لائی، ان کے مرنے کے بعد انھیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تخلیق سے بھی استدلال کیا ہے جن کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے زیادہ بڑی ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَبَوَاتٍ طَبَاقًا﴾ ”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں۔“ یعنی ہر آسمان کو دوسرے آسمان کے اوپر پیدا کیا۔

﴿وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا﴾ ”اور چاند کو ان میں نور بنایا۔“ یعنی زمین والوں کے لیے ﴿وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا﴾ ”اور سورج کو چراغ بنایا۔“ اس میں ان اشیاء کی تخلیق کے بڑے ہونے، نیز سورج اور چاند کے فوائد کی کثرت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بے پایاں احسان پر دلالت کرتی ہے۔ پس وہ عظیم اور رحیم ہستی، مستحق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے، اس سے محبت کی جائے، اس سے ڈرا جائے اور امید رکھی جائے۔ ﴿وَاللّٰهُ أَنْبَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَأًا﴾ ”اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے“ جب تمہارے باپ آدم کو زمین سے پیدا کیا اور تم اس کی صلب میں تھے۔ ﴿ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا﴾ ”پھر تمہیں اسی میں لوٹائے گا۔“ یعنی موت کے وقت ﴿وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا﴾ اور وہ تمہیں حشر و نشر کے لیے زمین سے نکالے گا۔ وہی ہے جو زندگی عطا کرنے، موت دینے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر اختیار رکھتا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ سَاطِعًا﴾ ”اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا۔“ یعنی زمین کو استفادے کی خاطر پھیلا کر تیار کر دیا ﴿لَتَسْكُنُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا﴾ ”تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔“ پس اگر اللہ تعالیٰ نے زمین کو پھیلا یا نہ ہوتا تو یہ سب کچھ ممکن نہ ہوتا بلکہ زمین پر کھیتی باڑی کرنا، باغ لگانا، زراعت کرنا، عمارتیں تعمیر کرنا اور سکونت اختیار کرنا بھی ممکن نہ ہوتا۔

﴿قَالَ نُوحٌ﴾ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور شکوہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان کے اندر اس کلام اور وعظ و نصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا ﴿ذَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِي﴾ اے میرے رب! انھوں نے ان تمام امور میں میری

نافرمانی کی ہے جن کامیں نے ان کو حکم دیا۔ ﴿وَاتَّبَعُوا مَن كُفِرَ بِهِ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا﴾ یعنی انھوں نے خیر خواہی کرنے اور بھلائی کی طرف راہ نمائی کرنے والے رسول کی نافرمانی کی اور ان بڑے لوگوں اور اشراف کی پیروی کی جن کو ان کے مال اور اولاد نے خسارے میں ڈالا، یعنی ان کو ہلاکت میں مبتلا کیا اور منافع سے محروم کر دیا، تب اس شخص کا کیا حال ہوگا جس نے ان کی اطاعت کی اور ان کے احکام پر عمل کیا؟

﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا كَبِيرًا﴾ یعنی انھوں نے حق کے خلاف عناد میں بہت بڑی چال چلی ﴿وَقَالُوا﴾ اور انھوں نے شرک کی دعوت دیتے اور اس کو مزین کرتے ہوئے کہا: ﴿لَا تَدْرِيْنَ اِلٰهَتَكُمْ﴾ ”اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔“ انھوں نے ان کو اس شرک کے تعصب کی طرف بلایا جس پر وہ عمل پیرا تھے اور کہا کہ وہ اس دین کو نہ چھوڑیں جس کو ان کے پہلے آباء واجداد نے اختیار کیا ہوا تھا، پھر انھوں نے اپنے معبودوں کا نام لے کر کہا: ﴿وَلَا تَدْرِيْنَ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ ”و، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔“ یہ نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے سامنے یہ مزین کر دیا کہ وہ ان نیک لوگوں کے بت بنائیں تاکہ..... بزعم خود..... جب وہ ان کو دیکھیں تو ان کو اطاعت میں نشاط حاصل ہو۔ جب طویل زمانہ گزر گیا اور ان کے بعد دوسرے لوگ آئے تو شیطان نے ان سے کہا: ”تمہارے اسلاف ان بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اور ان کے وسیلے سے بارش مانگا کرتے تھے تو انھوں نے ان کی پوجا شروع کر دی، اسی لیے ان کے سرداروں نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ وہ ان بتوں کی عبادت کو نہ چھوڑیں۔

﴿وَقَدْ أَصَلُّوا كَثِيرًا﴾ یعنی ان بڑوں اور سرداروں نے اپنی دعوت کے ذریعے سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا ﴿وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا ضَلَالًا﴾ ”تو تو ان کو اور گمراہ کر دے۔“ میرے ان کو حق کی دعوت دینے کے وقت اگر وہ گمراہ ہوتے تو یہ مصلحت تھی مگر ان سرداروں کی دعوت سے ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوا ہے، یعنی اب ان کی کامیابی اور اصلاح کا کوئی امکان باقی نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیاوی اور اخروی عذاب اور عقوبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مِمَّا حَطَّيْنَاهُمْ اُغْرَقُوا﴾ ”وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق کر دیے گئے۔“ سمندر کی مانند سیلاب میں غرق کر دیے گئے جس نے ان کو گھیر لیا تھا۔ ﴿فَاَدْخَلْنَاهَا نَارًا﴾ ”پس وہ آگ میں ڈال دیے گئے۔“ ان کے اجساد پانی میں چلے گئے اور ارواح آگ کے حوالے کر دی گئیں۔ یہ سب کچھ ان کے گناہوں کے سبب سے تھا جن کے بارے میں ان کا نبی نوح (علیہ السلام) آ کر انھیں متنبہ کرتا رہا، ان کے گناہوں کی نحوست اور ان کے برے انجام سے آگاہ کرتا رہا۔ ان کے نبی نے جو کچھ کہا، انھوں نے اس کو دور پھینک دیا، یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا۔ ﴿فَلَمَّ يَجِدْ وَالْهُمُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾ پس انھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہ ملے جو ان کی اس وقت مدد کرتے جب ان پر عذاب نازل ہوا اور نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی

قضا و قدر ہی کا مقابلہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا﴾ ”نوح (علیہ السلام) نے دعا کی، میرے رب! کسی کافر کو روئے زمین پر بسانہ رہنے دے“ جو روئے زمین پر گھومتا پھرتا رہے۔ اور اس کا سبب بھی ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ ”اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہوگی وہ بھی ناشکر گزار ہوگی۔“ یعنی ان کا باقی رہنا، خود ان کے لیے اور دوسروں کے لیے محض فساد کا باعث ہوگا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ بات اس لیے کہی تھی کیونکہ ان کے ساتھ کثرت اختلاط اور ان کے اخلاق سے واسطہ ہونے کی بنا پر آپ کو ان کے اعمال کا نتیجہ معلوم تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ پس اللہ نے ان سب کو غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو اہل ایمان تھے ان سب کو بچا لیا۔ ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا﴾ ”اے میرے رب! مجھے، میرے ماں باپ کو اور اس کو جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے بخش دے۔“ حضرت نوح علیہ السلام نے (اپنی دعا کے لیے) مذکورہ لوگوں کو خاص کیا کیونکہ ان کے حق مؤکد اور ان کے ساتھ نیکی مقدم ہے، پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہوئے کہا: ﴿وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَذِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا﴾ ”اور ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بھی معاف فرما اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔“ یعنی ظالموں کے لیے حسرت، تباہی اور ہلاکت میں اضافہ کر۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْجِنِّ

سُورَةُ الْجِنِّ (۱۸)	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	بَابُهَا ۲۸ آيَاتُهَا ۲
-----------------------	---------------------------------------	----------------------------

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝

(اے رسول:) کہہ دیجئے! کہ وحی کی گئی ہے میری طرف یہ کہ غور سے سنا ایک جماعت نے جنوں میں سے (قرآن) تو انہوں نے کہا بلاشبہ ہم نے سنا قرآن عجیب ۝

يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ط وَلَكِنْ نُّشْرِكُ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝

وہ راہنمائی کرتا ہے راہِ حق کی طرف سو ہم ایمان لائے اس پر اور ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے ہم اپنے رب کیساتھ کسی کو بھی ۝

﴿قُلْ﴾ اے رسول! لوگوں سے کہہ دیجئے: ﴿اُوحِيَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ ”میرے پاس

وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سنا۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی آیات کے سماع کے لیے اپنے رسول کی طرف متوجہ کیا تاکہ ان پر حجت قائم ہو، ان پر نعمتوں کا اتمام ہو اور وہ اپنی قوم کو متنبہ کرنے والے بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ ان کا قصہ لوگوں کو سنا دیں۔ وہ قصہ یہ ہے کہ جب وہ

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: ”خاموش رہو“ پس جب وہ خاموش ہو گئے تو وہ قرآن کے معانی کے فہم سے بہرہ ور ہوئے اور قرآن کے حقائق ان کے دلوں تک پہنچ گئے۔ ﴿فَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا﴾ ”تو انھوں نے کہا: ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔“ یعنی ہم نے نہایت قیمتی اور تعجب خیز کلام اور نہایت بلند مطالب سنے ہیں۔

﴿يَهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ﴾ ”وہ (قرآن) رشد کی طرف ہدایت کرتا ہے۔“ (دُشْد) ہر اس چیز کے لیے جامع نام ہے جو لوگوں کے دین و دنیا کے مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کرے ﴿فَاَمَّا بِهٖ وَلٰكِنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا﴾ ”تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔“ پس انھوں نے ایمان کو، جس میں اعمال خیر داخل ہیں اور تقویٰ کو، جو ہر قسم کے شر کو ترک کرنے کو محضمن ہے، جمع کر لیا۔ انھوں نے اس کا سبب، جس نے ان کو ایمان اور اس کے توابع کی طرف دعوت دی، قرآن کے ان ارشادات کو قرار دیا جن کا ان کو علم ہوا جو مصالح اور فوائد پر مشتمل اور ضرر سے خالی ہیں۔ یہ اس شخص کے لیے بہت بڑی دلیل اور قطعی حجت ہے جو اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اس کے طریقے کو رہنما بناتا ہے۔ یہی وہ ایمان ہے جو نفع مند ہے جو ہر بھلائی سے بہرہ مند کرتا ہے اور جو ہدایت قرآن پر مبنی ہے، برعکس عادی، پیدائشی اور رواجی ایمان کے کیونکہ یہ تقلیدی ایمان ہے جو شبہات کے خطرات اور بے شمار عوارض میں گھرا ہوا ہے۔

وَ اِنَّهٗ تَعْلٰی جَدُّ رَبِّنَاۤ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳

اور یہ کہ بہت بلند ہے شان ہمارے رب کی، نہیں بنائی اس نے کوئی بیوی اور نہ کوئی اولاد

﴿وَ اِنَّهٗ تَعْلٰی جَدُّ رَبِّنَا﴾ یعنی ہمارے رب کی عظمت بلند و بالا اور اس کے نام مقدس ہیں ﴿مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾ ”اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا ہے نہ بیٹا“ پس وہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور اس کی عظمت سے اس بات کو جان گئے جس سے اس شخص کا ابطال ہوتا ہے جو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیوی یا اس کی اولاد ہے کیونکہ وہ ہر صفت کمال میں عظمت و کمال کا مالک ہے جبکہ بیوی اور بیٹا بنانا اس کے منافی ہے کیونکہ یہ کمال غنا کی ضد ہے۔

وَ اِنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْہًا عَلٰی اللّٰہِ شَطَطًا ۝۴

اور یہ کہ تھے کہتے ہمارے بیوقوف اور پر اللہ کے جھوٹ

یعنی وہ صواب سے ہٹی ہوئی اور حد سے گزری ہوئی بات کہتا ہے اور صرف اس کی سفاہت اور عقل کی کمزوری نے اسے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہے، ورنہ اگر وہ سنجیدہ اور مطمئن ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ کیسے بات کہنی ہے۔

وَ اِنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نَّقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا ۝۵

اور یہ کہ گمان کیا تھا ہم نے کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان اور جن پر اللہ کے جھوٹ

یعنی اس سے پہلے ہم دھوکے میں مبتلا تھے، انسانوں اور جنات میں سے ہمارے سرداروں اور رؤسائے ہمیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ ہمیں ان پر یقین تھا، ہم ان کے بارے میں سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں کرتے، اس لیے اس سے قبل ہم ان کے طریقے پر گامزن تھے، آج حق ہم پر واضح ہو چکا ہے، ہم اس کے راستے پر چل رہے ہیں اور ہم نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے، ہمیں مخلوق میں سے کسی کے ایسے قول کی کوئی پروا نہیں جو ہدایت کے منافی ہو۔

وَ اَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝۶

اور یہ کہ تھے کچھ لوگ انسانوں میں سے کہ وہ پناہ پکڑتے تھے کچھ لوگوں کی جنوں میں سے سوانہوں نے زیادہ کر دیا انکو سرکشی میں ○

یعنی انسان جنوں کی عبادت کرتے تھے اور خوف اور گھبراہٹ کے موقعوں پر جنات کی پناہ لیتے تھے۔ پس انسانوں نے جنات کو زیادہ سرکش بنادیا، یعنی جب جنوں نے دیکھا کہ انسان ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی پناہ طلب کرتے ہیں تو اس چیز نے ان کی سرکشی اور تکبر میں اضافہ کر دیا۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ضمیر جنات کی طرف لوٹتی ہو، یعنی جب جنات نے انسانوں کو دیکھا کہ وہ ان کی پناہ پکڑتے ہیں تو انھوں نے ان کے خوف اور دہشت زدگی میں اور اضافہ کر دیا تاکہ وہ ان کو جنات کی پناہ لینے اور ان کے قول سے تمسک کرنے پر مجبور کریں زمانہ جاہلیت میں جب انسان کسی خوف ناک وادی میں پڑاؤ کرتا تو کہتا: ”میں اس وادی کے سردار کی، اس کی قوم کے بیوقوفوں سے، پناہ مانگتا ہوں۔“

وَ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝۷

اور یہ کہ انہوں نے بھی گمان کیا تھا جیسا کہ تم (جنوں) نے گمان کیا تھا یہ کہ ہرگز نہیں (دوبارہ) اٹھائے گا اللہ کسی کو بھی ○

یعنی جب انھوں نے حیات بعد الموت کا انکار کر دیا تو شرک اور سرکشی اختیار کرنے کی جرأت کی۔

وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَهَا مِلْءًا حَرَسًا شَدِيْدًا وَ شُهَبًا ۝۸

اور یہ کہ ہم نے نٹولا آسمان کو تو پایا ہم نے اسے بھرا ہوا سخت پہرے داروں اور شعلوں سے ○

﴿وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ﴾ یعنی جب ہم آسمان پر آئے اور وہاں کے حالات کی خبر لی ﴿فَوَجَدْنَهَا مِلْءًا حَرَسًا شَدِيْدًا﴾ ”تو ہم نے بھرا ہوا پایا اس کو مضبوط چوکیداروں سے۔“ یعنی اس کے کناروں تک پہنچنے اور اس کے قریب آنے سے اس کی حفاظت کی گئی تھی ﴿وَشُهَبًا﴾ ”اور انگاروں سے۔“ ان انگاروں کو ان جنات پر پھینکا جاتا ہے جو آسمانوں کی سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہماری پہلی عادت کے برعکس ہے کیونکہ پہلے ہمارے لیے آسمان کی خبروں تک رسائی ممکن تھی۔

وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّبْعِ ط فَمَنْ يَسْتَبِيعِ الْاَنَ

اور یہ کہ تھے ہم بیٹھا کرتے اس (آسمان) کے ٹھکانوں میں (باتیں) سننے کے لیے پس جو کوئی کان لگاتا ہے اب

يَجِدُ لَهُ شَهَابًا رَّصَدًا ۙ

پاتا ہے وہ اپنے لیے شعلہ گھات میں تیار

﴿وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّبْعِ﴾ ”اس سے پہلے ہم سن گن لینے کے لیے آسمان کے ٹھکانوں پر

بیٹھا کرتے تھے“ ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق آسمان کی خبریں حاصل کر لیتے تھے۔ ﴿فَمَنْ يَسْتَبِيعِ الْاَنَ

يَجِدُ لَهُ شَهَابًا رَّصَدًا﴾ اب اگر کوئی سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب کو گھات میں لگے ہوئے پاتا

ہے جو اس کو تلف کرنے اور جلا ڈالنے کے لیے تیار ہوتا ہے، یعنی یہ معاملہ بہت عظیم اور اس کی خبر بہت بڑی ہے۔

انھیں قطعی طور پر یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ایک بڑا واقعہ وقوع پذیر کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اس لیے

انھوں نے کہا:

وَاَنَّا لَا نَدْرِي اَشْرُّ اُرِيدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ

اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کیا شر کار ارادہ کیا گیا ہے انکے ساتھ جو زمین میں ہیں یا ارادہ کیا ہے انکی بابت انکے رب نے بھلائی کا؟

یعنی خیر یا شر میں سے ایک لازمی امر ہے کیونکہ انھوں نے دیکھ لیا کہ ان پر معاملہ بدل چکا ہے جو ان کو اچھا نہ

لگا۔ پس انھوں نے اپنی فطانت سے پہچان لیا کہ کوئی معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور زمین پر وقوع میں لانا

چاہتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں ان کے ادب کا بیان ہے کیونکہ انھوں نے خیر کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور

ادب کی بنا پر شر کے فاعل کو حذف کر دیا۔

وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُونَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ط كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا ۙ

اور یہ کہ کچھ ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ ہم میں سے اس کے علاوہ ہیں تھے ہم مختلف طریقوں (مذہب) پر

﴿وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُونَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ”اور یہ کہ کوئی ہم میں سے نیک ہیں اور کوئی اور طرح کے۔“

یعنی فساق، فجار اور کفار ﴿كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا﴾ ”ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔“ یعنی مختلف و متنوع گروہ

اور متفرق خواہشات ہیں۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر فرحان و شاداں ہے۔

وَاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ۙ

اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا تھا کہ ہرگز نہیں عاجز کر سکیں گے ہم اللہ کو زمین میں اور ہرگز نہیں عاجز کر سکیں گے ہم اس کو بھاگ کر

یعنی اس وقت ہم پر پوری طرح واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت کا مالک اور ہم کامل طور پر بے بس

ہیں، ہماری پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، ہم زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اگر ہم فرار ہوں تو

فرار ہو کر اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے، ہم نے فرار کے اسباب کے ذریعے سے اس کے دست قدرت سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اس سے بھاگ کر اس کے سوا کہیں ٹھکانا اور پناہ گاہ نہیں۔

وَ اَنَّا لَنَسْبِعُنَا الْهُدٰى اَمَنًا بِهٖ ط فَمَنْ يُّؤْمِنُ بِرَبِّهٖ

اور یہ کہ جب سنی ہم نے ہدایت (کی بات) تو ایمان لے آئے ہم اس پر پس جو کوئی ایمان لائے گا اپنے رب پر

فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝۱۲

تو نہیں ڈرے گا وہ کسی نقصان سے اور نہ ظلم و زیادتی سے ○

﴿وَ اَنَّا لَنَسْبِعُنَا الْهُدٰى﴾ ”اور جب ہم نے ہدایت (کی کتاب) سنی“ اور وہ قرآن کریم ہے جو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم نے اس کی رشد و ہدایت کو پہچان لیا اور اس نے ہمارے دلوں پر اثر کیا ﴿اَمَنًا بِهٖ﴾ ”تو ہم اس پر ایمان لے آئے“ پھر انھوں نے اس بات کا ذکر کیا جو مومن کو ترغیب دیتی ہے، چنانچہ انھوں نے کہا: ﴿فَمَنْ يُّؤْمِنُ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا﴾ یعنی جو کوئی اپنے رب پر سچا ایمان لے آیا، اسے کسی نقصان سے واسطہ پڑے گا نہ کوئی تکلیف لاحق ہوگی اور جب وہ شر سے محفوظ ہو گیا تو اسے بھلائی حاصل ہوگئی۔ پس ایمان ایک ایسا سبب ہے جو ہر قسم کی بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے اور ہر قسم کے شر کی نفی کرتا ہے۔

وَ اَنَّا لَمِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمِنَ الْقٰسِطُوْنَ ط فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝۱۳

اور یہ کہ کچھ ہم میں سے مسلمان ہیں اور کچھ ہم میں سے ظالم ہیں، پس جو کوئی اسلام لایا تو انہوں نے تلاش کر لی راہِ حق ○

﴿وَ اَنَّا لَمِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَمِنَ الْقٰسِطُوْنَ﴾ ”اور بے شک ہم میں بعض فرماں بردار ہیں اور بعض (نافرمان) گناہ گار ہیں۔“ یعنی صراطِ مستقیم سے ہٹنے اور اس کو چھوڑنے والے ﴿فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾ پس جو فرماں بردار ہوئے۔ انھوں نے رشد و ہدایت کا راستہ پایا، جو ان کو جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچاتا ہے۔

وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝۱۴

اور لیکن وہ جو ظالم ہیں تو وہ ہیں جہنم کا ایندھن ○

یعنی ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے ظلم کی پاداش میں جہنم رسید کرے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ظلم نہیں بلکہ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔

وَ اَن لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلٰی الطَّرِيْقَةِ لَا سْقِيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۝۱۵

اور (وہی کی گئی ہے) یہ کہ اگر قائم رہیں وہ سیدھے راستے پر تو البتہ ہم پلائیں ان کو پانی وافر ○

یعنی اگر وہ ﴿اسْتَقَامُوْا عَلٰی الطَّرِيْقَةِ﴾ ”سیدھے راستے پر رہتے“ ﴿لَا سْقِيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا﴾ ”تو ہم

انھیں وافر پانی پلاتے۔“ یعنی وہ مزے سے بستے لیکن ان کے ظلم وعدوان نے انھیں اس سے روک دیا۔

لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ط وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝۱۷

تاکہ ہم آزمائیں انکو اس میں اور جو کوئی اعراض کریگا ذکر سے اپنے رب کے تو وہ (رب) داخل کریگا اسے عذاب سخت میں ○

﴿لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ﴾ یعنی تاکہ ہم ان کو آزمائیں اور ان کا امتحان لیں تاکہ جھوٹے اور سچے کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے ﴿وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾ یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر..... جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے..... سے روگردانی کرے، اس کی اتباع کرے نہ اس کی اطاعت کرے بلکہ اس کے بارے میں غافل رہے تو اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دے گا، یعنی سختی کی انتہا کو پہنچا ہوا عذاب۔

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝۱۸

اور یہ کہ مسجدیں (صرف) اللہ ہی کے لیے ہیں پس نہ پکارو تم اللہ کیساتھ کسی کو بھی ○

یعنی مساجد میں دعائے عبادت یا دعائے مسئلہ غرضیکہ کوئی سی بھی دعا اللہ کے سوا کسی سے نہ کی جائے کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے بڑا مقام و محل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، اس کی عظمت کے سامنے خضوع اور اس کے غلبے کے سامنے فروتنی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہیں۔

وَأَنَّهُ لَبَّآ قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ط ۝۱۹

اور یہ کہ جب کھڑا ہوا بندہ اللہ کا (محمد ﷺ) کہ وہ پکارے اس (اللہ) کو تو قریب تھے وہ کہ ہوں وہ اس پر بھیڑ کر کے چل پڑنے والے ○

﴿وَأَنَّهُ لَبَّآ قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ﴾ یعنی جب اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے تو قریب ہے کہ جنات اپنی کثرت کے باعث ﴿عَلَيْهِ لِبَدًا﴾ اور جو ہدایت آپ لے کر آئے ہیں، اس میں حرص کی بنا پر، آپ پر هجوم کریں۔

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝۲۰

کہہ دیجئے: بس میں تو پکارتا ہوں اپنے رب ہی کو اور نہیں شریک ٹھہراتا میں اس کے ساتھ کسی کو ○

﴿قُلْ﴾ اے رسول! جس چیز کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ان سے کہہ دیجئے: ﴿إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾ ”بے شک میں اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہوں، اس کا کوئی شریک نہیں، میں اس کے سوا تمام خود ساختہ ہم سروس، بتوں اور ان ہستیوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جن کو مشرکین نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا ہے۔

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝۲۱

کہہ دیجئے: بلا شبہ میں نہیں اختیار رکھتا تمہارے لیے کسی نقصان کا اور نہ بھلائی کا ○ رسول اکرم ﷺ کو کہا جا رہا ہے کہ آپ انھیں اس بات کی وضاحت کر دیں کہ میں تو ایک بندہ ہوں، معاملے اور تصرف میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔

قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝۲۲

کہہ دیجئے: یقیناً ہرگز نہیں پناہ دے گا مجھے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی اور ہرگز نہیں پاؤں گا میں اس کے سوا کوئی پناہ گاہ ○ ﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ﴾ ”کہہ دیجئے: مجھے ہرگز کوئی اللہ سے نہیں بچا سکتا“، یعنی میں کسی سے فریاد رسی نہیں چاہتا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔ جب رسول اللہ ﷺ جو مخلوق میں کامل ترین ہستی ہیں، کسی نقصان اور رشد و ہدایت کا اختیار نہیں رکھتے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو آپ اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتے تو پھر مخلوق میں سے دیگر لوگوں کا اپنے آپ کو بچانے پر قادر نہ ہونا اولیٰ و احقری ہے۔ ﴿وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ اور اس کے سوا میں کوئی پناہ گاہ اور بچ نکلنے کی جگہ نہیں پاتا۔

إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً ط وَمَن يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ

(نہیں اختیار رکھتا میں) سوائے پہنچا دینے کے اللہ کا (حکم) اور اس کے پیغامات اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی تو بلا شبہ اس کیلئے

نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ط

آتش جہنم ہے ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں ابد تک ○

﴿إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَةً﴾ مجھے لوگوں پر کوئی خصوصیت حاصل نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق تک اپنے پیغام پہنچانے اور ان کو اپنی طرف دعوت دینے کے لیے مجھے مختص کیا ہے اور اسی سے لوگوں پر رحمت قائم ہوتی ہے۔ ﴿وَمَن يَعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، ایسے لوگ جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“ اس سے مراد معصیت کفریہ ہے جیسا کہ دیگر محکم نصوص اس کو مقید کرتی ہیں۔ رہی مجرد معصیت تو وہ جہنم میں خلود کی موجب نہیں جیسا کہ قرآن کی آیات اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث دلالت کرتی ہیں، اس پر امت کے تمام اسلاف اور تمام ائمہ کا اجماع ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَن أَضْعَفُ نَاصِرًا وَاقِلٌ عَدَدًا ۝۲۳

یہاں تک کہ جب وہ دیکھیں گے وہ (عذاب) کو وعدہ دیئے جاتے ہیں وہ (اسکا) تو یقیناً جان لیں گے وہ کون کمزور تر ہے باعتبار مددگار کے اور کم تر ہے عدو میں ○

﴿حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوعَدُوْنَ﴾ یعنی جب وہ عیاں طور پر اس کا مشاہدہ کریں گے اور انھیں یقین آ جائے گا کہ وہ ان پر واقع ہونے والا ہے ﴿فَسَیَعْلَمُوْنَ﴾ تب انھیں حقیقت معلوم ہوگی کہ ﴿مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقْلُ عَدَدًا﴾ ”مددگار کس کے کمزور ہیں اور شہر کن کا تھوڑا ہے۔“ جب کوئی دوسرا ان کی مدد کر سکے گا نہ وہ خود اپنی مدد کر سکیں گے اور جب انھیں اکیلے اکیلے اٹھایا جائے گا جیسا کہ وہ پہلی مرتبہ پیدا کیے گئے تھے۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْ اَقْرِبُ مَّا تُوعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهُ رَبِّیْ اَمَدًا ۝۲۵

کہہ دیجیے: نہیں جانتا میں کیا قریب ہے وہ (عذاب) جس کا وعدہ دیئے جاتے ہو تم یا (مقرر) کرتا ہے اس کیلئے میرا رب کوئی لمبی مدت؟ ﴿قُلْ﴾ ”کہہ دیجیے:“ اگر وہ آپ سے پوچھیں: ﴿مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ﴾ (یونس: ۴۸/۱۰) ”یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟“ تو ان سے کہہ دیجیے: ﴿اِنْ اَدْرِیْ اَقْرِبُ مَّا تُوعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهُ رَبِّیْ اَمَدًا﴾ ”میں نہیں جانتا کہ تم سے جو وعدہ کیا جاتا ہے، وہ قریب ہے یا میرے رب نے اس کی مدت دراز کر دی ہے؟“ یعنی وہ اسکی کوئی طویل مدت مقرر کرتا ہے تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

عِلْمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا ۝۲۶

(وہی) عالم الغیب ہے پس نہیں مطلع کرتا وہ اپنے غیب پر کسی کو بھی ○

مخلوق میں سے کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ وہ اکیلا ہی خما، اسرار اور غیوب کا علم رکھتا ہے۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْئَلُکُمْ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝۲۷

مگر جسے وہ پسند کرے (یعنی) رسول کو تو بے شک وہ مقرر کرتا ہے اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے محافظ ○

﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ ”مگر جس رسول کو پسند فرمائے۔“ پس اسے صرف اسی غیب سے آگاہ کرتا ہے جس سے آگاہ کرنے کا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے رسول دیگر انسانوں کی مانند نہیں ہیں کیونکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تائید سے نوازا ہے جس سے اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جو وحی کی اس کی حفاظت بھی کی حتیٰ کہ رسول اس وحی کی حقیقت کو پہنچ گئے، بغیر اس کے کہ شیاطین اس کے قریب آئیں اور اس میں کمی بیشی کر سکیں، اس لیے فرمایا: ﴿فَاِنَّهٗ یَسْئَلُکُمْ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ ”وہ اس کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

لَیَعْلَمَنَّ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلَتِ رَبِّہُمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْہُمْ

تاکہ وہ جان لے یہ کہ انہوں نے پہنچا دیئے ہیں پیغامات اپنے رب کے اور اللہ نے احاطہ کر رکھا ہے ان چیزوں کا جو ان کے پاس ہیں

وَ اَحْطٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝۲۸

اور اس نے شمار کر رکھا ہے ہر چیز کا کتنی کے اعتبار سے ○

﴿لَیَعْلَمَنَّ﴾ تاکہ اسے معلوم ہو جائے ﴿اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلَتِ رَبِّیْہُمْ﴾ ”کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے ہیں۔“ ان اسباب کے ذریعے سے جو ان کے لیے اس نے مہیا کیے ﴿وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْہُمْ﴾ ”اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔“ یعنی جو کچھ ان کے پاس ہے جسے وہ چھپاتے ہیں اور جسے وہ ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿وَ اَخْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا﴾ اور ہر چیز کو اس نے شمار کر رکھا ہے۔“
 فوائد: یہ سورہ مبارکہ متعدد فوائد پر مشتمل ہے:

- (۱) اس سورت سے جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے، نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات امر و نہی کے مکلف ہیں، ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی جیسا کہ یہ اس سورت میں صریح طور پر مذکور ہے۔
- (۲) اس سورہ کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، اسی طرح جنات کی طرف بھی مبعوث تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تاکہ وہ قرآن کو غور سے سنیں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور پھر اسے اپنی قوم تک پہنچائیں۔
- (۳) اس سورہ مبارکہ سے جنات کی ذہانت اور ان کی معرفت حق کا اثبات ہوتا ہے اور جس چیز نے انھیں ایمان لانے پر آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ ہدایت قرآن ان پر متحقق ہو گئی، نیز اپنے خطاب میں قرآن کے حسن ادب کی بنا پر (ایمان لانے پر آمادہ ہوئے)۔

(۴) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ پر کامل عنایت تھی اور وہ قرآن اس کی حفاظت میں تھا جسے رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے۔ پس جب آپ کی نبوت کی بشارتیں شروع ہوئیں، ستاروں کے ذریعے سے آسمان محفوظ ہوئے، شیاطین اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور گھبرا کر اپنی گھاتوں سے نکل گئے۔ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر اس قدر رحم فرمایا جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ان کے رب نے ان کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کرنے کا ارادہ کیا، پس اس نے ارادہ فرمایا کہ اپنے دین و شریعت اور اپنی معرفت کو زمین پر ظاہر کرے جس سے دلوں کو بہت و سرور حاصل ہو، خردمند لوگ خوش ہوں، شعائر اسلام ظاہر ہوں اور اہل اصنام اور اہل اوثان کا قلع قمع ہو۔

(۵) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنات میں رسول اللہ ﷺ (سے قرآن) کو سننے اور آپ کے پاس اکٹھے ہونے کی شدید خواہش تھی۔

(۶) یہ سورہ کریمہ توحید کے حکم اور شرک کی ممانعت پر مشتمل ہے، نیز اس میں مخلوق کی حالت بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ذرہ بھر عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ جب رسول مصطفیٰ محمد ﷺ جو مخلوق میں افضل اور کامل ترین ہستی ہیں، کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ خود اپنی ذات کو نفع نقصان

نہیں پہنچا سکتے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح تمام مخلوق بھی کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی، پس جس مخلوق کا یہ وصف ہو اس کو معبود بنانا خطا اور ظلم ہے۔

(۷) اس سورہ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ علوم غیب کا علم رکھنے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے مخلوق میں سے کوئی ہستی غیب کا علم نہیں جانتی، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو اور کسی چیز کا علم عطا کرنے کے لیے اسے مختص کرے۔

نَفْسِ سُورَةِ الْمُزَّمِّلِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع ہو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الْمُزَّمِّلِ
(۱۳۱ مَائِدَة ۱۳۱)

اِنَّا نَحْنُ
رُكُونًا ۲

يَا أَيُّهَا الْمَزْمِلُ ① قُمْ الْيَلِ إِلَّا قَلِيلًا ② نِصْفَهُ ③ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ④
اے لپٹنے والے کپڑے میں! ① قیام کیجئے رات میں مگر تھوڑا سا ② (یعنی) نصف (حصہ) رات کا یا کم کیجئے اس سے تھوڑا سا ④

أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ⑤ إِنْكَ سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ⑥ إِنَّ
یا زیادہ کیجئے اس پر اور پڑھیے قرآن ٹھہر ٹھہر کر ⑤ یقیناً عنقریب ہم ڈالیں گے آپ پر ایک بات بہت بھاری ⑥ بلاشبہ
نَاشِئَةَ الْيَلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ⑦ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ⑧

اٹھنا رات کا یہ زیادہ سخت ہے (نفس کے) کچلنے میں اور زیادہ درست رکھنے والا ہے بات کو ⑦ بلاشبہ آپ کیلئے دن میں مصروفیت ہے بہت ⑧
وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ⑨ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
اور یاد کیجئے نام اپنے رب کا اور (سب سے کثرت کر) متوجہ ہو جائیے اکی طرف کیسوں کو ⑨ (وہ) رب ہے شرق و مغرب کا نہیں کوئی معبود سوائے اس کے

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ⑩ وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَبِيلًا ⑪
سو بنا لیجئے اسکو (اپنا) کارساز ⑩ اور صبر کیجئے ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دیجئے انہیں چھوڑ دینا اچھے طریقے سے ⑪

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْتَةِ وَمَهْلُهُمْ قَلِيلًا ⑫

اور چھوڑ دیجئے مجھے اور تکذیب کرنے والے آسودہ حال لوگوں کو اور مہلت دیجئے انہیں تھوڑی سی ⑫

﴿الْمَزْمِلُ﴾ کا معنی بھی ﴿الْمَذْمُورُ﴾ کی طرح کپڑوں میں لپٹنے والا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی رسالت کے ذریعے سے اکرام بخشا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی طرف بھیج کر وحی نازل کرنے کی ابتدا کی تو اس وقت آپ اس وصف سے موصوف ہوئے۔ آپ نے ایک ایسا معاملہ دیکھا کہ اس جیسا معاملہ آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس پر رسولوں کے سوا کوئی بھی ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: ”پڑھیے!“ آپ نے فرمایا: ”میں پڑھ نہیں سکتا“ جبریل علیہ السلام نے آپ کو

خوب بھیچا جس سے آپ کو تکلیف ہوئی، جبریل آپ کو بار بار پڑھنے کی مشق کرواتے رہے تو بالآخر رسول اللہ ﷺ نے پڑھا، یہ وحی و تنزیل کا پہلا موقع اور ایک نیا تجربہ تھا، اس سے آپ پر گھبراہٹ طاری ہوگئی، آپ اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لائے تو آپ پر کپکپی طاری تھی۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو“۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثبات سے بہرہ ور کیا اور آپ پر پے در پے وحی نازل ہوئی حتیٰ کہ آپ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں کوئی رسول نہیں پہنچ سکا۔ (سُبْحَانَ اللَّهِ!) وحی کی ابتدا اور اس کی انتہا کے مابین کتنا بڑا تفاوت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وصف کے ساتھ مخاطب فرمایا جو آپ میں ابتدا کے وقت پایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں آپ کو ان عبادات کا حکم دیا جو آپ سے متعلق تھیں، پھر آپ کو اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کرنے کا حکم دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ اس کے حکم کو کھلم کھلا بیان کر دیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا اعلان کر دیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو افضل ترین عبادت نماز کو مؤکد ترین اور بہترین اوقات پر ادا کرنے کا حکم دیا اور وہ ہے تہجد کی نماز۔

یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو تمام رات قیام کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا: ﴿فَمِنَ اللَّيْلِ﴾ ”رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات۔“ پھر اس کا اندازہ مقرر کر دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿نِصْفَةً أَوْ انْقُصَ مِنْهُ﴾ نصف رات یا نصف میں سے بھی ﴿قَلِيلًا﴾ کچھ کم کر دیجیے، ایک تہائی کے لگ بھگ ہو ﴿أَوْ زِدْ عَلَيْهِ﴾ یا نصف سے کچھ زیادہ، یعنی دو تہائی رات کے لگ بھگ ہو۔ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ ”اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔“ کیونکہ ترتیل قرآن سے تدبر اور تفکر حاصل ہوتا ہے، اس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس کی آیات کے ساتھ تعبد حاصل ہوتا ہے اور اس پر عمل کے لیے مکمل استعداد اور آمادگی پیدا ہوتی ہے۔

کیونکہ فرمایا: ﴿إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا﴾ یعنی ہم آپ کی طرف یہ بھاری قرآن وحی کریں گے، یعنی وہ معانی عظیمہ اور اوصافِ جلیلہ کا حامل ہے۔ قرآن، جس کا وصف یہ ہو، اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لیے تیاری کی جائے، اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور جن مضامین پر مشتمل ہے ان میں غور و فکر کیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رات کے قیام کے حکم کی حکمت بیان کی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ﴾ یعنی رات کو سو کر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنا ﴿هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا﴾ نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن کے مقصد کے حصول کے زیادہ قریب ہے۔ قلب و لسان اس سے مطابقت رکھتے ہیں، اس وقت مشاغل کم ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کا فہم حاصل ہوتا ہے اور اس کا معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ یہ دن کے اوقات کے برعکس ہے کیونکہ دن کے اوقات میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔

اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا﴾ ”دن کے وقت آپ کو اور بہت مشاغل ہوتے ہیں۔“

یعنی اپنی حوائج اور معاشی ضروریات کے لیے آپ کو بار بار آنا جانا پڑتا ہے جو قلب کے مشغول ہونے اور مکمل طور پر فارغ نہ ہونے کا موجب بنتا ہے۔ ﴿وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ﴾ ”اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔“ یہ ذکر کی تمام انواع کو شامل ہے ﴿وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ﴾ ”اور سب سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے“، یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیجیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی طرف اثابت، قلب کے خلاق سے علیحدہ اور لا تعلق ہونے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان اوصاف سے متصف ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بناتے ہیں اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں۔ ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ یہ اسم جنس ہے جو تمام مشرق و مغرب کو شامل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب، ان کے اندر جو انوار اور عالم علوی اور عالم سفلی کے لیے جو مصالح ہیں، سب کا رب، ان کا خالق اور مدبر ہے۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ اس بالا و بلند تر ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو محبت و تعظیم اور اجلال و تکریم سے مختص کیا جائے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ پس اسے اپنے تمام امور کی تدبیر کرنے والا اور محافظ بنا۔

جب اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر نماز اور عمومی طور پر ذکر الہی کا حکم دیا..... جس سے بندہ مومن میں بھاری بوجھ اٹھانے اور پر مشقت اعمال بجالانے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ کے معاندین آپ کو کہتے ہیں اور آپ کو اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اسے سب و شتم کرتے ہیں، نیز یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیں کوئی روکنے والا آپ کی راہ کھوٹی کر سکے نہ کوئی آپ کو لوٹا سکے اور یہ کہ آپ بھلے طریقے سے ان سے کنارہ کش ہو جائیں اور یہ کنارہ کشی وہاں ہے جہاں مصلحت کنارہ کشی کا تقاضا کرتی ہے جس میں کوئی اذیت نہ ہو بلکہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے اعراض کرتے ہوئے، ان سے کنارہ کشی کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو احسن ہو۔

فرمایا: ﴿وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ﴾ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجیے، میں ان سے انتقام لوں گا، میں نے اگر چہ ان کو مہلت دی ہے مگر میں ان کو مہمل نہیں چھوڑوں گا۔ ﴿أُولَى النَّعْتَةِ﴾ یعنی نعمتوں سے بہرہ مند اور دولت مند لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رزق سے فراخی عطا کی اور اپنے فضل سے ان کو نوازا تو انھوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِكَفٍّ ۖ لَبِطَىٰ ۖ أَنْ رَأَاهُ اسْتَفْتَىٰ﴾ (العلق: ۶۶-۷) ”ہرگز نہیں، انسان جب اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کی وعید سنائی جو اس کے پاس ہے، چنانچہ فرمایا:

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۖ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ ۖ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۖ يَوْمَ تَرْجُفُ

بلاشبہ ہمارے ہاں بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ ۝ اور طعام گلے میں پھنسن جانے والا اور عذاب بہت دردناک ۝ جس دن کانپنے کی

الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝۱۴

زمین اور پہاڑ اور ہو جائیں گے پہاڑ ریت کے ٹیلے بھر بھرے ○

یعنی ہمارے پاس ﴿اَنكَارًا﴾ سخت عذاب ہے، اسے ہم نے اس شخص کے لیے عبرتناک سزا بنایا ہے جو ان امور پر جما ہوا ہے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ ﴿وَجَحِيثًا﴾ اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے ﴿وَطَعَامًا ذَا غَضَّةٍ﴾ اور لگو گیر کھانا، یہ اچھو اس کھانے کی تلخی، بد مزگی، اس کے ذائقے کی کراہت اور اس کی بے انتہا گندی بد بو کی بنا پر لگے گا۔ ﴿وَعَذَابًا أَلِيمًا﴾ اور انتہائی دردناک اور تکلیف دہ عذاب ہے۔ ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ جس روز زمین اور پہاڑ بہت بڑے خوف سے کانپ اٹھیں گے ﴿وَكَانَتِ الْجِبَالُ﴾ اور زمین پر مضبوطی سے جمنے ہوئے ٹھوس اور سخت پہاڑ ﴿كَثِيبًا مَّهِيلًا﴾ ریت کے بھر بھرے ٹیلے بن جائیں گے، یعنی نکھری ہوئی ریت کی مانند، پھر اس کے بعد یہ ریت آہستہ آہستہ پھیل کر اڑتا ہوا غبار بن جائے گی۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۖ شَهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

بلاشبہ ہم نے بھیجا ہے تمہاری طرف ایک رسول شہادت دینے والا تم پر جیسے بھیجا تھا ہم نے فرعون کی طرف

رَسُولًا ۝۱۵ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝۱۶

ایک رسول ○ پس نافرمانی کی فرعون نے اس رسول کی تو پکڑ لیا ہم نے اسے پکڑنا نہایت سخت ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نبی امی و عربی (ﷺ) کے بھیجے جانے پر..... جو خوش خبری دینے والا، تنبیہ کرنے والا اور امت پر ان کے اعمال کے ذریعے سے گواہ ہے..... اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کرو، اس کا شکر ادا کرو اور اس نعمت جلیلہ کا اعتراف کرو۔ اپنے رسول کا انکار کرنے اور اس کی نافرمانی کرنے سے بچو، ایسا نہ ہو کہ تم فرعون کی مانند ہو جاؤ، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف مبعوث فرمایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور اسے توحید کا حکم دیا مگر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہ کی بلکہ اس کے برعکس اس نے آپ کی نافرمانی کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑے وبال، یعنی انتہائی شدت کے ساتھ پکڑ لیا۔

فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝۱۷ السَّمَاءُ مَنفُطَرًا ۝۱۸

پس کیسے بچو گے تم اگر کفر کیا تم نے اس دن (کے عذاب سے) کہ کر دے گا وہ بچوں کو بوڑھا ○ آسمان پھٹ جائے گا

بِه ۖ ط كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝۱۹

بوجہ اس کے اور ہے وعدہ اس کا کیا ہوا ○

یعنی تمہیں قیامت کے روز کیسے نجات حاصل ہو سکتی ہے، وہ ایسا دن ہے جس کا معاملہ نہایت ہولناک اور جس کا خطرہ بہت عظیم ہوگا۔ جو بچوں کو بوڑھا، اور بڑے بڑے جمادات کو پگھلا کر رکھ دے گا، پس (اس کے خوف

سے) آسان پھٹ جائے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔ ﴿كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا﴾ یعنی اس کا وقوع لازمی ہے، کوئی چیز اس کے سامنے حائل نہیں ہو سکتی۔

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝١٩

بلاشبہ یہ (قرآن) تو نصیحت ہے، پس جو چاہے پکڑے طرف اپنے رب کی راستہ ۝

یہ وعظ جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے احوال اور اس کی ہولناکیوں کی خبر دی ہے، ایک یاد دہانی ہے جس سے اہل تقویٰ نصیحت پکڑتے اور اہل ایمان (برائیوں سے) رک جاتے ہیں ﴿فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ ”پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔“ یعنی وہ راستہ جو اسے اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔ وہ راستہ اللہ کی شریعت کی اتباع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول کھول کر بیان کیا اور پوری طرح واضح کر دیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کے افعال پر قدرت اور اختیار عطا کیا ہے، ایسے نہیں جیسے ”جبریہ“ کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال ان کی مشیت کے بغیر واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ نقل اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ

یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ بیشک آپ قیام کرتے ہیں (کبھی) قریب دو تہائی رات اور (کبھی) نصف رات اور (کبھی) ایک تہائی رات کے

وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۖ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ ط عَلِمَ أَنْ لَّنْ

اور ایک گروہ (بھی) ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ ہی (پورا) اندازہ کرتا ہے رات اور دن کا اس نے جان لیا یہ کہ ہرگز نہیں

تُحْصَوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ ط عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ

شمار کر سکو گے تم اسکو، پس اس نے توبہ کی تم پر پس تم پڑھو جو آسان ہو قرآن (میں) سے اس نے جان لیا کہ بلاشبہ عقرب ہوں گے کچھ تم میں سے

مَرْضًى ۚ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۚ وَآخَرُونَ

بیمار اور (کچھ) دوسرے کہ چلیں گے وہ زمین میں تلاش کریں گے فضل اللہ کا اور، (کچھ) اور

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا

کہ وہ لڑیں گے اللہ کی راہ میں، تو پڑھو تم جو آسان ہو اس (قرآن) سے اور قائم کرو تم نماز اور دو تم

الزَّكَاةَ وَاقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِن خَيْرٍ تَجِدُوهُ

زکوٰۃ اور قرض دو تم اللہ کو قرض حسنہ اور جو کچھ آگے بھیجو گے تم اپنے نفسوں کے لیے کوئی بھلائی تو پاؤ گے اس کو

عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ ۚ

اللہ کے ہاں بہت بہتر اور بہت زیادہ اجر میں اور بخشش مانگو اللہ سے

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾

بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے ○

اس سورہ مبارکہ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ نصف رات، ایک تہائی رات یا دو تہائی رات قیام کیا کریں اور اصل بات یہ ہے کہ احکام میں آپ اپنی امت کے لیے نمونہ ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس مقام پر ذکر فرمایا کہ آپ نے اور آپ کے ساتھ اہل ایمان کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ چونکہ مامور بہ وقت کا تعین کرنا لوگوں کے لیے بہت مشکل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس نے ان کے لیے اس میں انتہائی آسانی پیدا کر دی ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ دن اور رات کی مقدار کو جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کتنا وقت گزر گیا ہے اور کتنا باقی ہے۔ ﴿عِلْمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ﴾ یعنی وہ جانتا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر تم اس کی مقدار معلوم نہیں کر سکو گے کیونکہ اس کی مقدار کی معرفت کا حصول، واقفیت اور مزید مشقت کا تقاضا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی ہے اور تمہیں صرف اسی چیز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لیے آسان ہے، خواہ وہ مقدار سے زیادہ ہو یا کم۔ ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ ”لہذا پڑھو قرآن میں سے جو آسان ہو“ یعنی اس میں سے جس کی تمہیں معرفت حاصل ہے اور جس کی قراءت تم پر شاق نہیں گزرتی۔ بنا بریں قیام اللیل کرنے والا نمازی صرف اس وقت نماز پڑھنے پر مامور ہے جب تک اس میں نشاط ہے، جب وہ اکتاہٹ، کسل مندی یا اونگھ وغیرہ کا شکار ہو جائے تو اسے آرام کرنا چاہیے، اسے طمانینت اور راحت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بعض ایسے اسباب ذکر فرمائے جو تخفیف سے مناسبت رکھتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَى﴾ ”وہ جانتا ہے تم میں سے بیمار بھی ہوں گے۔“ دو تہائی شب، نصف شب یا ایک تہائی شب کی نماز ان پر شاق گزرے گی، پس مریض اتنی ہی نماز پڑھے جو اس کے لیے آسان ہے، نیز وہ مشقت کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر بھی مامور نہیں بلکہ اگر نفل نماز پڑھنے میں اس کے لیے مشقت ہے تو وہ اسے چھوڑ دے اور اسے اسی طرح نماز کا اجر ملے گا جس طرح وہ صحت مند ہونے کی حالت میں پڑھتا رہا ہے۔

﴿وَأَخْرُونَ يُضْرَبُونَ فِي الْأَرْضِ يُنْتَعُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں مسافر بھی ہیں جو تجارت کے لیے سفر کرتے ہیں تاکہ وہ مخلوق سے بے نیاز اور ان سے سوال کرنے سے باز رہیں۔ پس مسافر کے احوال سے تخفیف مناسبت رکھتی ہے، اسی لیے اس میں اس کے لیے فرض نماز میں بھی تخفیف کر دی گئی ہے اور اس کے لیے ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا اور چار رکعتوں والی نماز میں قصر کرنا مباح کر دیا گیا ہے۔

﴿وَأَخْرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ”اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

بھی کرتے ہیں، لہذا تم با آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو۔“ پس اللہ تعالیٰ نے دو تخفیفوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اول وہ تخفیف جو صحت مند اور اپنے گھر میں مقیم شخص کے لیے ہے جو وقت کے تعین کا مکلف ہوئے بغیر اپنی راحت اور نشاط کی رعایت رکھتا ہے بلکہ وہ فضیلت والی نماز کی کوشش کرتا ہے اور یہ رات کے نصف اول کے بعد ایک تہائی رات تک قیام کرنا ہے۔ دوسری تخفیف مسافر کے لیے ہے، خواہ یہ سفر تجارت کے لیے ہو یا عبادت، یعنی جہاد اور حج وغیرہ کے لیے ہو، پس وہ اتنی مقدار کی رعایت رکھ سکتا ہے جو اس کو تکلیف نہ دے۔

پس ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ کے لیے ہے جس نے امت کے لیے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی بلکہ اس نے اپنی شریعت کو آسان بنایا اور اس نے اپنے بندوں کے احوال، ان کے دین، ابدان اور دنیا کے مصالح کی رعایت رکھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں کا ذکر فرمایا جو ام العبادات اور ان کا ستون ہیں، یعنی نماز قائم کرنا جس کے بغیر دین درست نہیں رہتا اور زکوٰۃ ادا کرنا جو ایمان کی دلیل ہے اور اس سے حاجت مندوں اور مساکین کے لیے ہمدردی حاصل ہوتی ہے، لہذا فرمایا: ﴿وَأَقِمْوُ الصَّلٰوةَ﴾ یعنی نماز کو اس کے ارکان، اس کی حدود، اس کی شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کے ساتھ قائم کرو۔ ﴿وَأَتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ”اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو“، یعنی سچی نیت اور ثبات نفس سے، خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پاک مال میں سے خرچ کرنا۔ اس میں صدقات واجبہ اور صدقات مستحبہ دونوں داخل ہیں، پھر عام بھلائی اور بھلائی کے کاموں کی ترغیب دی۔ فرمایا: ﴿وَمَا تَقْدِمُوْا اِلَّا اَنْفُسَكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا﴾ ”اور جو نیک عمل تم اپنے لیے آگے بھیجو گے، اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے۔“ نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ بے شمار گنا ملتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں کی ہوئی ذرہ بھر بھلائی کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے گھر میں دنیا کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ لذتیں اور شہوات ہیں، اس دنیا میں کی ہوئی بھلائی اور نیکی، آخرت کے دائمی گھر میں بھلائی اور نیکی کی بنیاد، اس کا بیج، اس کی اصل اور اساس ہے۔

ہائے افسوس! ان اوقات پر جو غفلت میں گزر گئے اور حسرت ہے ان زمانوں پر جو غیر صالح اعمال میں بیت گئے، ہے کوئی مددگار اس دل کا جس پر اس کے پیدا کرنے والے کی کوئی نصیحت اثر نہیں کرتی اور نہ اس ہستی کی ترغیب کوئی فائدہ دیتی ہے جو اس پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتی ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر رحم کر سکتا ہے۔ اے اللہ! ہر قسم کی حمد و ثنا تیرے ہی لیے ہے، تیرے ہی پاس شکایت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ (وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ)

﴿وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ بھلائی اور نیکی کے کاموں کی ترغیب دینے کے بعد، استغفار

کا حکم دیا جس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ ان کاموں میں کوتاہی سے پاک نہیں جن کا اسے حکم دیا گیا ہے یا تو وہ ان کاموں کو سرے سے کرتا ہی نہیں یا انھیں ناقص طریقے سے کرتا ہے، پس اسے استغفار کے ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بندہ دن رات گناہ کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ نہ لے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

تَفْسِیْرُ سُورَةِ الْمَدَّیْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اشک کے نام سے (شرح) ہونے والی بہت سی باتیں بہت کم کرنے والی ہے
سُورَةُ الْمَدَّیْرِ
۱۲۱ مَائِدَةُ ۱۲۱

يَا أَيُّهَا الْمَدَّيْرُ ۱ قُمْ فَأَنْذِرْ ۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۴

اے لپٹنے والے کپڑے میں ۱ اٹھ کھڑے ہو ۲ اور اپنے رب کی پس بڑائی بیان کیجئے ۳ اور اپنے کپڑے پس پاک رکھئے ۴

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۷

اور پلیدی کو پس چھوڑ دیجئے ۵ اور نہ احسان کیجئے زیادہ طلب کرنے کے لیے ۶ اور اپنے رب کے لیے پس صبر کیجئے ۷

گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے کہ ﴿الْمَزْمَلُ﴾ اور ﴿الْمَدَّيْرُ﴾ کا ایک ہی معنی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عباداتِ قاصرہ اور متعدیہ میں پوری کوشش کریں۔ وہاں یہ بھی گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عباداتِ فاضلہ و قاصرہ اور اپنی قوم کی اذیت رسانی پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی نبوت کا اعلان فرمادیں اور کھلم کھلا لوگوں کو تنبیہ کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿قُمْ﴾ یعنی کوشش اور نشاط کے ساتھ کھڑے ہوں ﴿فَأَنْذِرْ﴾ یعنی لوگوں کو ایسے اقوال و افعال کے ذریعے سے تنبیہ کیجئے جن سے مقصد حاصل ہو، ان امور کا حال بیان کر کے ڈرایے جن سے متنبہ کرنا مطلوب ہے تاکہ وہ ان کو ان کے ترک کرنے پر زیادہ آمادہ کرے۔ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ یعنی توحید کے ذریعے سے اس کی عظمت بیان کیجئے، اپنے انذار و تنبیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصد بنائیں، نیز اس بات کو مد نظر رکھیں کہ بندے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت کریں۔

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ”اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں۔“ اس آیت کریمہ میں یہ احتمال ہے کہ (ثیاب) ”کپڑے“ سے مراد تمام اعمال ہوں اور ان کی تطہیر سے مراد ہے ان کی تخلیص، ان کے ذریعے سے خیر خواہی، ان کو کامل ترین طریقے پر بجالانا اور ان کو تمام مہلات، مفسدات اور ان میں نقص پیدا کرنے والے امور، یعنی شرک، ریا، نفاق، خود پسندی، تکبر، غفلت وغیرہ سے پاک کرنا ہو، جن کے بارے میں بندہ مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عبادات میں ان سے اجتناب کرے۔ اس میں کپڑوں کی نجاست سے تطہیر بھی داخل ہے کیونکہ یہ تطہیر، اعمال کی تطہیر کی تکمیل ہے، خاص طور پر نماز کے اندر جس کے بارے میں بہت سے علماء کا قول ہے کہ نجاست کو زائل

کرنا، نماز کا حق اور اس کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، یعنی طہارت اس کی صحت کی شرائط میں سے ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ (ٹیاب) سے مراد معروف لباس ہو اور آپ کو ان کپڑوں کی تمام اوقات میں تمام نجاستوں سے تطہیر کا حکم دیا گیا ہے، خاص طور پر نماز میں داخل ہوتے وقت۔

جب آپ ظاہری طہارت پر مامور ہیں کیونکہ ظاہری طہارت، باطنی طہارت کی تکمیل کرتی ہے تو فرمایا: ﴿وَالزُّجْنَ فَاهُجْنَ﴾ ”اور ناپاکی سے دور رہیں۔“ ایک احتمال یہ ہے کہ (الزُّجْنَ) سے مراد بت اور مورتی ہوں جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کو ترک کر دیں، ان سے براءت کا اعلان کریں، نیز ان تمام اقوال و افعال سے بیزار ہوں جو ان کی طرف منسوب ہیں۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ (الزُّجْنَ) سے مراد تمام اعمال شر اور اقوال شر ہوں، تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ تمام چھوٹے اور بڑے، ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دیں۔ اس حکم میں شرک اور اس سے کم تر تمام گناہ داخل ہیں۔

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ یعنی آپ نے لوگوں پر جو دینی اور دنیاوی احسانات کیے ہیں، انھیں جتنا کم نہیں کہ اس احسان کے بدلے زیادہ حاصل کریں اور ان احسانات کی وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں سے افضل سمجھیں بلکہ جب بھی آپ کے لیے ممکن ہو آپ لوگوں پر احسان کریں، پھر ان پر اپنے اس احسان کو بھول جائیے اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر طلب کیجیے۔ جس پر آپ نے احسان کیا ہے اسے اور دوسروں کو برابر سطح پر رکھیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کو کوئی چیز اس لیے عطا نہ کریں کہ آپ کا ارادہ ہو کہ وہ آپ کو اس سے بڑھ کر بدلہ عطا کرے، تب یہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔

﴿وَلِرَبِّكَ فَاضِيحٌ﴾ یعنی اپنے صبر پر اجر کی امید رکھیے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی اور اس کی تعمیل کے لیے آگے بڑھے۔ پس آپ نے لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا اور آپ نے ان کے سامنے آیات و بینات اور تمام مطالب الہیہ کو واضح کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی اور مخلوق کو اس کی تعظیم کی طرف بلایا، آپ نے اپنے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو ہر قسم کی برائی سے پاک کیا، آپ نے ہر اس ہستی سے براءت کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی تھی اور اس کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی تھی، یعنی بتوں، بت پرستوں، شر اور شر پسندوں سے بیزاری کا اعلان کیا۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد آپ کا احسان ہے بغیر اس کے کہ آپ اس پر ان سے کسی جزا یا شکر گزاری کا مطالبہ کریں۔ آپ نے اپنے رب کی خاطر کامل ترین صبر کیا۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اور اس کی نافرمانی سے اجتناب پر اور اس کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا، یہاں تک کہ آپ اولو العزم انبیاء و مرسلین پر بھی فوقیت لے گئے۔ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ .

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَ الْكُفْرُ وَ مَا ذَا آرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۖ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ

جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کافر کس چیز کا ارادہ کیا ہے اللہ نے ساتھ اس (عدو) کے از روئے مثال کے؟ اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ

مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ

جسے چاہتا ہے اور وہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور (کوئی) نہیں جانتا لشکر آپ کے رب کے مگر وہ (خود ہی)

وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْبَشْرِ ۚ

اور نہیں ہے وہ (جہنم) مگر نصیحت (جنس) بشر کے لیے

یہ آیات کریمہ معاند حق اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلی جنگ کرنے والے، ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی مذمت کی ہے کہ ایسی مذمت کسی کی نہیں کی۔ یہ ہر اس شخص کی جزا ہے جو حق کے ساتھ عناد اور دشمنی رکھتا ہے، اس کے لیے دنیا کے اندر رسوائی ہے اور آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کن ہے۔ فرمایا: ﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَفْتُ وَحِيدًا﴾ ”مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا“ یعنی میں نے اسے اکیلا، کسی مال اور اہل و عیال وغیرہ کے بغیر پیدا کیا۔ پس میں اس کی پرورش کرتا رہا اور اسے عطا کرتا رہا۔ ﴿وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَبْدُودًا﴾ اور میں نے اسے بہت زیادہ مال دیا ﴿وَو﴾ ”اور“ عطا کیے اسے ﴿بَيْنَيْنَ﴾ ”بیٹے“ ﴿شُهُودًا﴾ جو ہمیشہ اس کے پاس موجود رہتے ہیں، وہ ان سے متمتع ہوتا ہے، ان کے ذریعے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتا ہے اور (دشمنوں کے خلاف) ان سے مدد لیتا ہے ﴿وَمَهَّدْتُ لَهُ تَهِيدًا﴾ اور میں نے دنیا اور اس کے اسباب پر اسے اختیار دیا، یہاں تک کہ اس کے تمام مطالب آسان ہو گئے اور اس نے ہر وہ چیز حاصل کر لی جو وہ چاہتا تھا اور جس کی اسے خواہش تھی ﴿ثُمَّ﴾ پھر ان نعمتوں اور بھلائیوں کے باوجود ﴿يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ﴾ ”خواہش رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں“ یعنی وہ چاہتا ہے کہ اسے آخرت کی نعمتیں بھی اسی طرح حاصل ہوں جس طرح اسے دنیا کی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ﴾ یعنی معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ وہ چاہتا ہے بلکہ وہ اس کے مطلوب و مقصود کے برعکس ہوگا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾ وہ ہماری آیتوں سے عناد رکھتا ہے، اس نے ان آیات کو پہچان کر ان کا انکار کر دیا، ان آیات نے اسے حق کی طرف دعوت دی مگر اس نے ان کی اطاعت نہ کی۔ اس نے صرف ان سے روگردانی کرنے اور منہ موڑنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف جنگ کی اور ان کے ابطال کے لیے بھاگ دوڑ کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ﴾ یعنی اس نے اپنے دل میں غور کیا ﴿وَقَدَّرَ﴾ جس کے بارے میں غور کیا اس کو تجویز کیا تاکہ وہ ایسی بات کہے جس کے ذریعے سے وہ قرآن کا ابطال کر سکے۔ ﴿فَقَتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۚ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ ”پس وہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی، پھر وہ

مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی؟“ کیونکہ اس نے ایسی تجویز سوچی جو اس کی حدود میں نہیں، اس نے ایسے معاملے میں ہاتھ ڈالا جو اس کی اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی پہنچ میں نہیں۔ ﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ پھر اس نے جو کچھ کہا اس میں غور کیا ﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور اپنے منہ کو بگاڑا اور حق سے نفرت اور بغض ظاہر کیا ﴿ثُمَّ أَدْبَرَ﴾ پھر پیٹھ پھیر کر چل دیا ﴿وَاسْتَكْبَرَ﴾ اپنی فکری، عملی اور قوی کوشش کے نتیجے میں تکبر کیا اور کہا: ﴿إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ انسان کا کلام ہے، نیز یہ کسی نیک انسان کا کلام نہیں بلکہ انسانوں میں سے اشرار، فجار، جھوٹے جادوگروں کا کلام ہے۔

ہلاکت ہو اس کے لیے، راہ صواب سے کتنا دور، خسارے اور نقصان کا کتنا مستحق ہے! یہ بات ذہنوں میں کیسے گھومتی ہے یا کسی انسان کا ضمیر یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ سب سے اعلیٰ اور عظیم ترین کلام رب کریم، صاحب مجد و عظمت کا کلام، ناقص اور محتاج مخلوق کے کلام سے مشابہت رکھتا ہے؟ یا یہ عناد پسند جھوٹا شخص، اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس وصف سے موصوف کرنے کی کیوں کجرات کرتا ہے؟

پس یہ سخت عذاب کے سوا کسی چیز کا مستحق نہیں، بنا بریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَاصِلِيهِ سَقَرٌ ۖ وَمَا أَذْرُكَ مَا سَقَرٌ ۚ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ﴾ ”ہم عنقریب اس کو ”سقر“ میں داخل کریں گے اور تمہیں کیا معلوم کہ ”سقر“ کیا ہے؟ (وہ آگ ہے) کہ باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی، یعنی جہنم کوئی ایسی سختی نہیں چھوڑے گی جو عذاب دیے جانے والے کو نہ پہنچے۔ ﴿لَوَاحِئُ النَّبْشِ﴾ ”چمڑی جھلسا دینے والی ہے“ یعنی جہنم ان کو اپنے عذاب میں جھلس ڈالے گی اور اپنی شدید گرمی اور شدید سردی سے انھیں بے چین کر دے گی۔ ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ یعنی جہنم پر انیس فرشتے داروغوں کے طور پر متعین ہیں جو نہایت سخت اور درشت خو ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً﴾ ”اور ہم نے جہنم کے داروغے فرشتے بنائے ہیں۔“ یہ ان کی سختی اور قوت کی بنا پر ہے۔ ﴿وَمَا جَعَلْنَا عَذَابَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ”اور ہم نے ان کی گنتی کافروں کی آزمائش کے لیے کی ہے۔“ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ صرف آخرت میں ان کو عذاب، عقوبت اور جہنم میں ان کو زیادہ سزا دینے کے لیے ہے۔ عذاب کو فتنہ سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ﴾ (الذَّٰرِئَاتُ: ۱۳/۵۱) ”اس دن جب ان کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔“ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ان کی تعداد کے بارے میں صرف اس لیے بتایا ہے تاکہ ہم جان لیں کہ کون تصدیق کرتا اور کون تکذیب کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ﴿لَيْسَتَيْنِ الْذِّينَ أَوْثَرُوا الْكِتَابَ وَيَزَادَا الْذِّينَ أَمْنًا وَإِيمَانًا﴾ ”تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو۔“ کیونکہ اہل کتاب کے پاس جو کچھ ہے، جب قرآن اس کی مطابقت کرے گا تو حق کے بارے میں

ان کے یقین میں اضافہ ہوگا اور جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی آیت نازل کرتا ہے تو اہل ایمان اس پر ایمان لاتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾
”نیز اہل کتاب اور مومن شک نہ کریں“ یعنی تا کہ ان سے شک و ریب زائل ہو جائے۔

ان جلیل القدر مقاصد کو خردمند لوگ ہی درخور اعتنا سمجھتے ہیں، یعنی یقین میں کوشش، ایمان میں ہر وقت اضافہ، دین کے مسائل میں سے ہر مسئلہ پر ایمان میں اضافہ اور شکوک و اوہام کو دور کرنا جو حق کے بارے میں پیش آتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول پر نازل کیا ہے، اسے ان مقاصد جلیلہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ، سچے اور جھوٹے لوگوں کے درمیان امتیاز کی میزان قرار دیا ہے، بنا بریں فرمایا: ﴿وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ﴾
”تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے، کہیں:“ یعنی شک و شبہ اور نفاق کا مرض ہے ﴿وَ الْكَافِرُونَ مَا ذَا آرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا﴾“ اور کافر (کہیں) کہ اس مثال سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟“ وہ یہ بات حیرت، شک اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کی وجہ سے کہتے ہیں اور یہ اس شخص کے لیے اللہ کی ہدایت ہے جسے وہ ہدایت سے بہرہ مند کرتا ہے اور اس شخص کے لیے گمراہی ہے جسے وہ گمراہ کرتا ہے، اس لیے فرمایا: ﴿كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾“ اسی طرح اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“ پس اللہ جس کو ہدایت عطا کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا، اسے اس کے حق میں رحمت اور اس کے دین و ایمان میں اضافے کا باعث بنا دیتا ہے اور جسے گمراہ کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اسے اس کے حق میں ظلمت اور اس کے لیے بدبختی اور حیرت کا سبب بنا دیتا ہے۔ واجب ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے اسے اطاعت و تسلیم کے ساتھ قبول کیا جائے۔

فرشتوں وغیرہ میں سے کوئی بھی تمہارے رب کے لشکروں کو نہیں جانتا ﴿إِلَّا هُوَ﴾ ”سوائے اس (اللہ) کے“ پس جب تم اللہ تعالیٰ کے لشکروں کے بارے میں علم نہیں رکھتے تھے اور علیم وخبیر ہی نے تمہیں ان کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس کی خبر کی کسی شک و ریب کے بغیر تصدیق کرو۔ ﴿وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْبَشَرِ﴾ یعنی اس نصیحت اور تذکیر کا مقصد محض عبث اور لہو و لعب نہیں، اس کا مقصد تو یہ ہے کہ انسان اس سے نصیحت پکڑیں جو چیز ان کو فائدہ دے اس پر عمل کریں اور جو چیز ان کو نقصان دے اسے ترک کر دیں۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالْيَلِ إِذَا أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لِأَحَدِي

ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی اور رات کی جب وہ پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے بلاشبہ جہنم البتہ ایک ہے

الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ

بڑی (ہولناک) چیزوں میں سے اور ڈرانے والی بشر کیلئے اس کیلئے جو چاہے تم میں سے آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ہر نفس

بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةً ۝۳۸ اِلَّا اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۝۳۹ فِىْ جَنَّتٍ مَّا يَتَسَاءَلُوْنَ ۝۴۰

اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی ہے ۝ مگر دائیں ہاتھ والے ۝ باغات (بہشت) میں باہم سوال کریں گے ۝

عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ فِىْ سَقَرٍ ۝۴۲ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيْنَ ۝۴۳

مجرموں کی بابت ۝ کس چیز نے داخل کیا تمہیں جہنم میں؟ ۝ تو وہ کہیں گے، نہیں تھے ہم نمازیوں میں سے ۝

وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْمُسْكِيْنَ ۝۴۴ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخٰٓضِيْنَ ۝۴۵ وَكُنَّا نَكْذِبُ

اور نہیں تھے ہم کھانا کھلاتے مسکینوں کو ۝ اور تھے ہم مشغول ہوتے (ہل میں) مشغول ہو نیوالوں کیساتھ ۝ اور تھے ہم تکذیب کرتے

بِیَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴۶ حَتّٰی اٰتٰنَا الْيَقِيْنَ ۝۴۷ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝۴۸ فَمَا لَهُمْ

روز جزا کی ۝ حتیٰ کہ آگئی ہمیں موت ۝ پس نہیں نفع دے گی انہیں سفارش سفارش کرنے والوں کی ۝ پس کیا ہے انہیں

عَنِ التَّذٰكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝۴۹ كَانَتْهُمْ حُمْرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝۵۰ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝۵۱ بَلْ

کہ نصیحت سے وہ منہ موڑنے والے ہیں؟ ۝ گویا کہ وہ گدھے ہیں بدکنے والے ۝ کہ وہ بھاگے ہیں شیر سے ۝ بلکہ

يُرِيْدُ كُلُّ اَمْرِیْ مِنْهُمْ اَنْ يُؤْتٰی صَحْفاً مُّنْشَرَةً ۝۵۲ كَلَّا ط بَلْ لَا يَخَافُوْنَ

چاہتا ہے ہر فرد ان میں سے یہ کہ دیا جائے وہ صحیفے کھلے ہوئے ۝ ہرگز نہیں! بلکہ نہیں ڈرتے وہ

الْاٰخِرَةَ ۝۵۳ كَلَّا اِنَّهٗ تَذٰكِرَةٌ ۝۵۴ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرْهُ ۝۵۵ وَمَا يَذْكُرُوْنَ

آخرت سے ۝ ہرگز نہیں! یقیناً یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے ۝ سو جو چاہے وہ نصیحت حاصل کرے اس سے ۝ اور نہیں وہ نصیحت حاصل کر سکتے (اس سے)

اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۝۵۶ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝۵۷

مگر یہ کہ چاہے اللہ، وہی لائق ہے تقویٰ کے اور لائق ہے مغفرت کے ۝

﴿کَلَّا﴾ یہاں بمعنی (حقاً) یا بمعنی (الّا) استفاحیہ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند اور رات کی قسم کھائی جس وقت وہ پیچھے ہٹے اور دن کی قسم کھائی جس وقت وہ خوب روشن ہو کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں پر مشتمل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت و حکمت، لامحدود قوت، بے پایاں رحمت اور اس کے احاطہ علم پر دلالت کرتی ہیں۔ جس پر قسم کھائی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿اِنَّهَا لِاحْدٰی الْکُبْرِ﴾ کہ وہ (آگ) ایک بہت بڑی (آفت) ہے، یعنی بے شک جہنم کی آگ ایک بہت بڑی مصیبت اور غم میں مبتلا کر دینے والا معاملہ ہے۔ پس جب ہم نے تمہیں اس کے بارے میں خبردار کر دیا اور تم اس کے بارے میں پوری بصیرت رکھتے ہو، تب تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور ایسے عمل کرے جو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں یا وہ اس مقصد سے پیچھے ہٹ جائے جس کے لیے اس کو تخلیق کیا گیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے اور نافرمانی کے کام کرے جو جہنم کے قریب کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيُكْفِرْ﴾

(الکہف: ۲۹/۱۸) ”اور کہہ دیجیے کہ یہ برحق قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کرے۔“

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ”ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے“ یعنی افعال شر اور اعمال بد کے بدلے ﴿رَهِيْنَةً﴾ ”گروی ہے۔“ یعنی اپنے اعمال کا گروی اور اپنی کوشش میں بندھا ہوا، اس کی گردن جکڑی ہوئی اور اس کے گلے میں طوق ڈالا ہوا ہے اور اس سبب سے اس نے عذاب کو واجب بنالیا۔

﴿إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِيْنِ﴾ ”سوائے دائیں ہاتھ والوں کے“ کیونکہ وہ (اپنے اعمال کے بدلے) گروی نہیں ہیں بلکہ وہ آزاد، فرحان اور شاداں ہیں ﴿فِي جَنَّتٍ يَنْسَاءُ نَوْنٌ ۝ عَنِ الْمَجْرُمِيْنَ﴾ یعنی جنت کے اندر ان کو تمام چیزیں حاصل ہوں گی جن کی وہ طلب کریں گے، ان کے لیے کامل راحت و اطمینان ہوگا، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے، وہ آپس کی بات چیت میں مجرموں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ کس حال کو پہنچے ہیں، کیا انھوں نے وہ کچھ پالیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا؟

پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تم انھیں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ ان کو جھانک کر دیکھیں گے تو انھیں جہنم کے درمیان اس حال میں پائیں گے کہ انھیں عذاب دیا جا رہا ہوگا تو وہ ان سے کہیں گے: ﴿مَا سَأَلَكُمْ فِي سَقَرٍ﴾ یعنی کس چیز نے تمہیں جہنم میں ڈالا ہے اور کس گناہ کے سبب سے تم جہنم کے مستحق قرار پائے ہو؟ ﴿قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيْنَ ۝ وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْيَسِيْنَ﴾ ”کہیں گے: ہم نماز پڑھتے تھے نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے“ یعنی ہم معبود کے لیے اخلاص اور احسان رکھتے تھے نہ ضرورت مند مخلوق کو فائدہ پہنچاتے تھے ﴿وَلَكِنَّا نَحْنُ مَعَ الْغَافِيْنَ﴾ ”اور ہم (باطل میں) مشغول ہونے والوں کے ساتھ مشغول ہوتے تھے“ یعنی ہم باطل میں پڑے ہوئے تھے اور باطل کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑتے تھے۔ ﴿وَلَكِنَّا نَكُذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ”اور ہم یوم جزا کو جھٹلاتے تھے۔“ یہ باطل میں مشغول ہونے کا اثر ہے اور وہ ہے تکذیب حق۔ سب سے بڑے حق میں سے قیامت کا دن ہے جو اعمال کی جزا و سزا، اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور تمام مخلوق کے لیے اس کے عدل پر مبنی فیصلے کا محل ہے۔ ہمارا عمل اسی باطل نیچ پر جاری رہا ﴿حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِيْنَ﴾ یہاں تک کہ ہمیں موت نے آلیا۔ پس جب وہ کفر کی حالت میں مر گئے تو ان کے لیے حیلے دشوار ہو گئے اور ان کے سامنے امید کا دروازہ بند ہو گیا۔

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾ ”پس سفارش کرنے والوں کی سفارش انھیں کچھ فائدہ نہیں دے گی“ کیونکہ وہ صرف اسی کی سفارش کریں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے مخالفین کا انجام واضح کر دیا اور یہ بھی بیان کر دیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا تو موجودہ کفار پر عتاب اور ملامت کی طرف توجہ دی، چنانچہ فرمایا: ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ﴾ ”پس انھیں کیا ہوا ہے کہ وہ نصیحت سے روگرداں ہیں“ یعنی نصیحت سے غافل اور اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

﴿كَانَهُمْ﴾ ”گویا کہ وہ“ اس نصیحت سے اپنی سخت نفرت میں ﴿حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾ بد کے ہوئے جنگلی گدھے ہیں جو ایک دوسرے سے بدک گئے ہیں اور اس بنا پر ان کی دوڑ میں تیزی آگئی ہے۔ ﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ جو کسی شکاری یا کسی تیر انداز سے، جو ان کو نشانے میں لینے کا ارادہ رکھتا ہو یا کسی شیر و غیرہ سے، ڈر کر بھاگے ہیں۔ اور یہ حق سے سب سے بڑی نفرت ہے، اس نفرت اور اعراض کے باوجود وہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ پس ﴿يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ اَنْ يُؤْتِيَ صُحُفًا مِّنْشَرَةٍ﴾ ”ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلی کتاب آئے“، یعنی اس پر آسمان سے نازل ہو، وہ سمجھتا ہے کہ وہ اس صورت میں حق کو تسلیم کر لے گا، حالانکہ انھوں نے جھوٹ بولا ہے، ان کے پاس اگر ہر قسم کی نشانی بھی آجائے، تب بھی وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں کیونکہ ان کے پاس واضح دلائل آئے جنہوں نے حق کو بیان کر کے واضح کر دیا اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو وہ ضرور ایمان لے آتے۔

اس لیے فرمایا: ﴿كَلَّا﴾ ”ہرگز نہیں“ ہم انھیں وہ چیز عطا نہیں کریں گے جس کا انھوں نے مطالبہ کیا ہے، اس مطالبے سے ان کا مقصد عاجز کرنے کے سوا اور کوئی نہیں۔ ﴿بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ﴾ ”حقیقت یہ ہے کہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔“ پس اگر انھیں آخرت کا خوف ہوتا تو ان سے یہ سب کچھ صادر نہ ہوتا جو صادر ہوا ہے۔ ﴿كَلَّا اِنَّهٗ تَذَكَّرٌ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے۔“ ضمیر یا تو اس سورہ مبارکہ کی طرف لوٹتی ہے یا اس نصیحت کی طرف لوٹتی ہے جس پر یہ سورہ مبارکہ مشتمل ہے۔ ﴿فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ﴾ ”پس جو چاہے اسے یاد رکھے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے سیدھے راستے کو کھول کر بیان کر دیا اور اس کے سامنے دلیل واضح کر دی ﴿وَمَا يَذْكُرُونَ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ﴾ ”اور یاد بھی تب رکھیں گے جب اللہ چاہے گا“ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سب پر نافذ ہے، کوئی قلیل یا کثیر حادثہ اس کی مشیت سے باہر نہیں۔ اس آیت میں قدر یہ کار دہے جو بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل نہیں کرتے، نیز اس میں جبر یہ کا بھی رد ہے جن کا زعم ہے کہ بندے کی کوئی مشیت ہے نہ حقیقت میں اس کا کوئی فعل ہے وہ تو اپنے افعال پر مجبور محض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مشیت اور فعل کا اثبات کیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔

﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ یعنی وہ اس کا اہل ہے کہ اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہی معبود ہے، عبادت صرف اسی کے لائق ہے۔ وہ اس کا بھی اہل ہے کہ جو کوئی اس سے ڈرے اور اس کی رضا کی اتباع کرے، وہ اس کو بخش دے۔

نَفْسِ سُوْرَةِ الْقِيَمَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

ایمان لکھا ۲۰
دکھایا ۲

سُوْرَةُ الْقِيَمَةِ
۱۳۱

لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ ۝ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ

میں قسم کھاتا ہوں یوم قیامت کی ۝ اور میں قسم کھاتا ہوں نفس ملامت گر کی ۝ کیا سمجھتا ہے انسان

أَنَّ تَجْمَعُ عِظَامُهُ ۝ بَلَىٰ قَدَرَيْنَ عَلَىٰ أَنْ تُسَوَّىٰ بَنَانُهُ ۝ بَلْ يَرِيدُ

یہ کہ ہرگز نہیں جمع کریں گے ہم اسکی ہڈیاں ۝ کیوں نہیں! بلکہ (ہم تو) قادر ہیں اس پر کہ درست کر دیں ہم اسکی پور پور کو ۝ بلکہ چاہتا ہے

الْإِنْسَانُ لِيَفْجَرَ أَمَامَهُ ۝ يَسْأَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيَمَةِ ۝

انسان کہ فتنہ و فجور کرتا رہے آئندہ بھی ۝ وہ پوچھتا ہے کب ہوگا دن قیامت کا ۝؟

﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَمَةِ﴾ ”میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔“ (لَا) یہاں نافیہ ہے

نہ زائدہ، اسے صرف استفہاج اور مابعد کلام کے اہتمام کے لیے لایا گیا ہے، قسم کے ساتھ کثرت سے اس کو لانے کی بنا پر استفہاج کے لیے اس کا استعمال نا در نہیں ہے، اگرچہ اس کو استفہاج کلام کے لیے وضع نہیں کیا گیا۔

اس مقام پر جس چیز کی قسم کھائی گئی ہے، وہی ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے اور وہ ہے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔ لوگوں کو ان کی قبروں سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، پھر (اللہ تعالیٰ کے حضور) ان کو کھڑا کیا جائے گا اور وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

﴿وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ”اور نفس لوامہ کی قسم!“ اس سے مراد تمام نیک اور بد نفوس ہیں۔ نفس کو اس کے کثرت تردد، اسے ملامت کرنے اور اپنے احوال میں سے کسی حال پر بھی اس کے عدم ثبات کی بنا پر (لَوَّامَةُ) سے موسوم کیا گیا ہے، نیز اس بنا پر اس کو (لَوَّامَةُ) کہا گیا ہے کہ یہ موت کے وقت انسان کو اس کے افعال پر ملامت کرے گا مگر مومن کا نفس اسے دنیا ہی میں اس کو تاہی، تقصیر اور غفلت پر ملامت کرتا ہے جو حقوق میں سے کسی حق کے بارے میں اس سے ہوتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جزا کی قسم، جزا پر قسم اور مستحق جزا کو جمع کر دیا، پھر اس کے ساتھ ساتھ آگاہ فرمایا کہ بعض معاندین قیامت کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنَّ تَجْمَعُ عِظَامُهُ﴾ ”کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟“، یعنی مرنے کے بعد جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿قَالَ مَنْ يُغْنِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَوِيمٌ﴾ (یس: ۷۸/۳۶) ”کہنے لگا: جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندگی عطا کرے گا؟“، پس اپنی جہالت اور عدوان کی بنا پر اس نے اللہ تعالیٰ کے ہڈیوں کی تخلیق پر، جو کہ بدن کا سہارا ہیں، قادر ہونے کو بہت بعید سمجھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کا رد کیا:

﴿بَلَىٰ قَدَرَيْنَ عَلَىٰ أَنْ تُسَوَّىٰ بَنَانُهُ﴾ ”کیوں نہیں! ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست

کریں۔“ مراد ہے اس کی انگلیوں کی اطراف اور اس کی ہڈیاں اور یہ بدن کے تمام اجزا کی تخلیق کو مستلزم ہے، کیونکہ جب انگلیوں کے اطراف اور پورے وجود میں آ گئے تو مکمل جسد کی تخلیق ہو گئی۔ اس کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرنا کسی دلیل پر منحصر نہیں جو اس پر دلالت کرتی ہو، یہ بات تو اس سے صرف اس بنا پر صادر ہوئی ہے کہ اس کا ارادہ اور قصد قیامت کے دن کو جھٹلانا ہے جو اس کے سامنے ہے۔ یہاں (فُجُوْر) کا معنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے احوال کا ذکر کیا، چنانچہ فرمایا:

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ يَقُولُ الْاِنْسَانُ

پس جب پتھر جائیں گی آنکھیں ۝ اور بے نور ہو جائے گا چاند ۝ اور جمع کر دیئے جائیں گے سورج اور چاند ۝ کہے گا انسان

يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفْرُ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبِّئُ الْاِنْسَانُ

اس دن کہاں ہے بھاگنا ۝ ہرگز نہیں! نہیں (وہاں) کوئی پناہ گاہ ۝ آپ کے رب ہی کی طرف ہوگا اس دن ٹھکانا ۝ خبر دیا جائیگا انسان

يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهٖٓ بَصِيْرٌ ۝

اس دن ساتھ اس کے جو اس نے آگے بھیجا اور (جو) پیچھے چھوڑا ۝ بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب شاہد ہے ۝

وَلَوْ اَلْتَقَىٰ مَعَاذِرُهُ ۝

اگرچہ وہ پیش کرے اپنی معذرتیں ۝

یعنی جب قیامت برپا ہوگی تو عظیم دہشت کی بنا پر نگاہیں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی اور چھپکیں گی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ مُهْطِعِيْنَ مُّقْنِعِيْ رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْدَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ﴾ (ابراہیم: ۴۲-۴۳) ”ان کو تو صرف اس دن تک مہلت دیتا ہے جس دن (دہشت کے مارے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اور لوگ منہ اٹھائے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی نگاہیں ان کی طرف نہ لوٹ سکیں گی اور (خوف کی وجہ سے) ان کے دل ہوا ہورہے ہوں گے۔“

﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ چاند کی روشنی اور اس کی طاقت زائل ہو جائے گی ﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ”اور سورج اور چاند جمع کر دیے جائیں گے۔“ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ کبھی اکٹھے نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جمع کرے گا، چاند گہنا جائے گا اور سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور ان دونوں کو آگ میں پھینک دیا جائے گا تاکہ بندے دیکھ لیں کہ چاند اور سورج بھی اللہ تعالیٰ کے مخرپے ہیں تاکہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ دیکھ لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔

﴿يَقُولُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ﴾ ”اس دن انسان کہے گا:“ یعنی جب وہ بے قرار کر دینے والے زلزلے دیکھے گا

تو پکار اٹھے گا: ﴿اَيْنَ الْمَفْرُ﴾ ”آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟“ جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے، اس سے گلو

خلاصی اور نجات کہاں ہے؟ ﴿كَلَّا لَا وَزَرَ﴾ ”ہرگز نہیں (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ٹھکانے کے سوا کسی کے لیے کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔ ﴿إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾ اس روز تمام بندوں کا تیرے رب کے پاس ٹھکانا ہو گا، کسی کے لیے ممکن نہ ہوگا کہ وہ چھپ سکے یا اس جگہ سے بھاگ سکے۔ اسے وہاں ضرور ٹھہرایا جائے گا تا کہ اسے اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے، اس لیے فرمایا: ﴿يُنَبِّئُ الْإِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ ”اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا“ انسان کو اس کے اول وقت اور آخر وقت کے تمام اچھے برے اعمال کے بارے میں اس کو آگاہ کیا جائے گا اور اس کو ایسی خبر سے آگاہ کیا جائے گا جس کا وہ انکار نہیں کر سکے گا۔ ﴿بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ﴾ ”بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے“ یعنی گواہ اور محاسب ہے ﴿وَلَوِ اتَّقَىٰ مَعَازِيرُهُ﴾ ”خواہ وہ معذرت پیش کرے۔“ کیونکہ یہ ایسی معذرتیں ہوں گی جو قبول نہ ہوں گی بلکہ وہ اپنے عمل کا اقرار کرے گا اور اس سے اقرار کرایا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلِيمٌ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۱۴) ”اپنا اعمال نامہ پڑھ، آج تو خود ہی اپنا محاسب کافی ہے۔“ بندہ خواہ اپنے عمل کا انکار یا اپنے عمل پر معذرت پیش کرے، اس کا انکار اور اعتذار اسے کوئی فائدہ نہ دیں گے، کیونکہ اس کے کان، اس کی آنکھیں اور اس کے تمام جوارح جن کے ذریعے سے وہ عمل کرتا ہے اس کے خلاف گواہی دیں گے، نیز رضامندی طلب کرنے کا وقت چلا گیا اور اس کا فائدہ ختم ہو گیا۔ ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ﴾ (الروم: ۵۷/۳۰) ”اس روز ظالموں کو، ان کی معذرت کوئی فائدہ دے گی نہ ان سے توبہ ہی طلب کی جائے گی۔“

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۚ ۱۷ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۚ ۱۸

نہ حرکت دیں آپ اس (قرآن) کیساتھ اپنی زبان کو تا کہ جلدی (یا ذکر) لیں آپ اسے ۱۷ یقیناً ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ۱۸

فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۚ ۱۸ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۚ ۱۹

سوجب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ پیروی کیجئے اسکے پڑھنے کی ۱۸ پھر ہمارے ذمے ہے اس کا واضح کرنا ۱۹

جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے اور تلاوت شروع کرتے تو رسول اللہ ﷺ (حصول قرآن کی شدید) حرص کی بنا پر، حضرت جبریل علیہ السلام کے فارغ ہونے سے پہلے ہی، جلدی سے حضرت جبریل علیہ السلام کی تلاوت کے ساتھ ساتھ تلاوت کرنا شروع کر دیتے، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا اور فرمایا: ﴿وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ﴾ (طہ: ۱۱۴/۲۰) ”اور قرآن جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے، قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں۔“ یہاں فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ﴾ ”وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان جلدی نہ چلایا کریں کہ اسے جلد یاد کر لو۔“ پھر اللہ تبارک و

تعالیٰ نے آپ کو ضمانت دی کہ آپ ضرور اس کو حفظ کر لیں گے اور اس کو پڑھ سکیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے سینے میں جمع کر دے گا، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ ”اس کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھو ادینا ہمارے ذمے ہے۔“ یعنی آپ کے دل میں حصول قرآن کی جو خواہش ہے، اس کا داعی، قرآن کے رہ جانے اور اس کے نسیان کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حفظ کی ضمانت عطا کر دی، اس لیے اب ساتھ ساتھ پڑھنے کا کوئی موجب نہیں۔ ﴿فَإِذَا قَرَأَهُ فَأَتَّبِعْ قُرْآنَهُ﴾ یعنی جبریل علیہ السلام قرآن کی قراءت مکمل کر لیں، جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے، تب اس وقت جبریل علیہ السلام نے جو کچھ پڑھا ہوتا ہے اس کی اتباع کیجیے اور قرآن کو پڑھیے۔ ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ یعنی اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ اور معانی، دونوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور یہ حفاظت کا بلند ترین درجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کے ادب کے لیے اس پر عمل کیا، لہذا اس کے بعد جب جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے تو آپ خاموش رہتے اور جب جبریل علیہ السلام قراءت سے فارغ ہو جاتے تو پھر آپ پڑھتے۔

اس آیت کریمہ میں علم حاصل کرنے کے لیے ادب سکھایا گیا ہے کہ معلم نے جس مسئلہ کو شروع کیا ہو، اس سے معلم کے فارغ ہونے سے پہلے طالب علم کو جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ جب وہ اس مسئلہ سے فارغ ہو جائے تو پھر طالب علم کو جو اشکال ہو اس کے بارے میں معلم سے سوال کرے۔ اسی طرح جب کلام کی ابتدا میں کوئی ایسی چیز ہو جس کو رد کرنا واجب ہو یا کوئی ایسی چیز جو مستحسن ہو تو اس کلام سے فارغ ہونے سے قبل اس کو رد یا قبول کرنے میں جلدی نہ کرے تاکہ اس میں جو حق یا باطل ہے وہ اچھی طرح واضح ہو جائے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تاکہ اس میں صواب کے پہلو سے کلام کر سکے۔

ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے جس طرح قرآن کے الفاظ کو بیان فرمایا ہے، اسی طرح آپ نے اس کے معانی کو بھی ان کے سامنے بیان فرمایا ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۖ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۚ ۝۱۰ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۝۱۱

ہرگز نہیں! بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کو ۝ اور چھوڑ دیتے ہو آخرت کو ۝ کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے ۝

إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ ۝۱۲ وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۚ ۝۱۳ تَتَّخِذُ الْوُجُوهَ حُجْرًا مَّحْمُومًا ۚ ۝۱۴

اپنے رب کی طرف دیکھتے ہو گئے ۝ اور کئی چہرے اس دن بے رونق ہو گئے ۝ وہ یقین کر چکے کہ کیا جائیگا ان سے (معاملہ) ۝ کرتوڑ دینے والا ۝

وہ چیز جو تمھاری غفلت اور اللہ تعالیٰ کے وعظ و تذکیر سے روگردانی کی موجب ہے، یہ ہے کہ تم ﴿تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ﴾ ”دنیا کو پسند کرتے ہو“ اور تم اس کو حاصل کرنے اور اس کی لذت و شہوات میں کوشاں رہتے ہو، تم آخرت پر اس کو ترجیح دیتے اور آخرت کے لیے عمل کرنا چھوڑ دیتے ہو کیونکہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں جلد مل جاتی

ہیں اور انسان جلد مل جانے والی چیز کا گرویدہ ہوتا ہے۔ آخرت کے اندر ہمیشہ رہنے والی جو نعمتیں ہیں، ان میں تاخیر ہے، اس لیے تم ان سے غافل ہو اور ان کو چھوڑ بیٹھے ہو، گویا کہ تم ان نعمتوں کے لیے پیدا ہی نہیں کیے گئے، یہ دنیا کا گھر ہی تمہارا دائمی ٹھکانا ہے، جس میں قیمتی عمریں گزاری جا رہی ہیں، اس دنیا کے لیے رات دن بھاگ دوڑ ہو رہی ہے اور اس سے تمہارے سامنے حقیقت بدل گئی اور بہت زیادہ خسارہ حاصل ہوا۔

اگر تم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہوتی اور تم نے ایک صاحب بصیرت اور عقل مند شخص کی طرح انجام پر غور کیا ہوتا تو تم کامیاب ہوتے، ایسا نفع حاصل کرتے جس کے ساتھ خسارہ نہ ہوتا اور تمہیں ایسی فوز و فلاح حاصل ہوتی جس کی مصاحبت میں بد بختی نہیں ہوتی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل آخرت کے احوال اور ان میں تفاوت کو بیان کرتے ہوئے ان امور کا ذکر کیا ہے جو آخرت کی ترجیح کی طرف دعوت دیتے ہیں، چنانچہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَجُودَ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ﴾ اس دن کئی چہرے حسین اور خوبصورت ہوں گے، ان کے دلوں کی نعمت، نفوس کی مسرت اور ارواح کی لذت کے باعث ان کے چہروں پر رونق اور نور ہوگا۔ ﴿إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ یعنی وہ اپنے اپنے مراتب کے مطابق اپنے رب کا دیدار کریں گے۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ہر روز صبح و شام اپنے رب کا دیدار کریں گے اور کچھ لوگ ہر جمعہ ایک مرتبہ دیدار کر پائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے کریم چہرے اور اس کے بے پناہ جمال سے، جس کی کوئی مثال نہیں، متمتع ہوں گے۔ جب وہ اپنے رب کا دیدار کریں گے تو وہ ان تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے جو انہیں حاصل ہوں گی، انہیں اس دیدار سے ایسی لذت اور مسرت حاصل ہوگی جس کی تعبیر ممکن نہیں، ان کے چہرے بارونق ہوں گے اور ان کی خوبصورتی اور جمال میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ ہم اللہ کریم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں کی معیت سے سرفراز کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَجُودَ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ﴾ ”اس دن کئی چہرے ادا اس ہوں گے۔“ یعنی ترش رو، گردے اٹے ہوئے، سہمے ہوئے اور ذلیل ہوں گے۔ ﴿تَنْظُرُ أَنْ يَفْعَلَ بِهَا قَارَةٌ﴾ ”خیال کریں گے کہ ان پر مصیبت واقع ہونے کو ہے“ یعنی سخت عقوبت اور درد ناک عذاب، اسی وجہ سے ان کے چہرے متغیر اور چھیں بہ جہیں ہوں گے۔

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۖ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۖ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۖ وَالْتَقَتِ

ہرگز نہیں! جب پہنچ جائے گی (روح) پہنچ لی تک اور کہا جائے گا کون ہے جھاڑ پھونک کر نکالا؟ اور وہ یقین کر لے گا کہ یہ فراق ہے اور لپٹ جائیگی

السَّاقِ بِالسَّاقِ ۖ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۖ فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ۖ

پنڈلی پنڈلی سے آپ کے رب ہی کی طرف ہوگا اس دن چلنا پس نہ تو اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی

وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى ۚ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۖ ثُمَّ

اور لیکن اس نے جھٹلایا اور روگردانی کی ۝ پھر وہ گیا اپنے اہل و عیال کی طرف اتراتا ہوا ۝ ہلاکت ہے تیرے لیے پھر خرابی ہے ۝ پھر

أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۖ أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۚ أَلَمْ يَكُنْ نَظْفَةً

ہلاکت ہے تیرے لیے پھر تباہی ہے ۝ کیا سمجھتا ہے انسان یہ کہ چھوڑ دیا جائے گا وہ بے کار؟ ۝ کیا نہیں تھا وہ ایک قطرہ

مِّنْ مَّنِيٍّ يُنْفِی ۖ ثُمَّ كَانَ عِلْقَةً فَحَاقَ فَسْوَىٰ ۖ فَجَعَلَ مِنْهُ

منی کا جو (رحم میں) پڑکا یا جاتا ہے؟ ۝ پھر وہ ہو گیا جما ہوا خون تو اس (اللہ) نے پیدا کیا پھر ٹھیک ٹھاک کیا (اے) ۝ پھر بنایا اس سے

الرُّجُومَ الذِّكْرَ وَالْأُنْثَىٰ ۖ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُخْجِیَ الْمَوْتَىٰ ۚ

جوڑا نر اور مادہ ۝ کیا نہیں ہے وہ (اللہ) قادر اس بات پر کہ وہ زندہ کر دے مردوں کو؟ ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ قریب المرگ شخص کا حال بیان کر کے اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے، جب کہ اس کی روح ہنسی کی ہڈی (حلق) تک پہنچ جائے گی۔ (التَّوَّافِی) سے مراد وہ ہڈیاں ہیں جنہوں نے سینے کے کڑھے کا احاطہ کر رکھا ہے، پس اس وقت نہایت شدید درد ہوگا اور انسان ہر وہ سبب اور وسیلہ تلاش کرے گا جس کے بارے میں وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے شفا اور راحت حاصل ہوگی۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ﴾ یعنی کہا جائے گا کہ کون ہے جو اس پر جھاڑ پھونک کرے؟ کیونکہ اسباب عادیہ پر ان کی امیدیں منقطع ہو کر اسباب الہیہ پر لگ گئی ہیں مگر جب قضا و قدر کا فیصلہ آ جاتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ ﴿وَلَقَدْ أَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾ اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب دنیا سے جدائی ہے ﴿وَالْتَمَعَتِ السَّائِقُ بِالسَّائِقِ﴾ ”اور پٹنڈی پٹنڈی سے لپٹ جائے گی“ یعنی تمام سختیاں جمع ہو کر لپٹ جائیں گی، معاملہ بہت بڑا اور کرب بہت سخت ہو جائے گا، خواہش ہوگی کہ بدن سے روح نکل جائے جو اس سے لپٹی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہے۔ پس روح کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جایا جائے گا تاکہ وہ اس کو اس کے اعمال کی جزا دے اور اس کے کرتوتوں کا اقرار کرائے۔ یہ جزو تو بیخ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، دلوں کو اس منزل کی طرف لے کر چلتی ہے جس میں ان کی نجات ہے اور ان امور سے روکتی ہے جن میں ان کی ہلاکت ہے مگر وہ معاند حق جسے آیات کوئی فائدہ نہیں دیتیں، وہ اپنی گمراہی، کفر اور عناد پر جما رہتا ہے۔

﴿فَلَا صَدَقَ﴾ ”پس نہ اس نے تصدیق کی“، یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ﴿وَلَا صَلَّىٰ ۖ وَلَكِنْ كَذَّبَ﴾ اور نہ اس نے نماز ہی پڑھی بلکہ اس نے حق کی تصدیق کرنے کی بجائے تکذیب کی ﴿وَتَوَلَّىٰ﴾ اور امر و نہی سے روگردانی کی، یہی وہ شخص ہے جس کا دل مطمئن اور اپنے رب سے بے خوف ہے بلکہ وہ چلا جاتا ہے ﴿إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى﴾ ”اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا“، یعنی اس کو کوئی پروا نہیں ہوتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو وعید سنائی، فرمایا: ﴿أُولَىٰ

لَكَ قَاوِي ۝ ثُمَّ اَوَّلٰى لَكَ قَاوِي ۝ ”افسوس ہے تجھ پر، پھر افسوس ہے، پھر افسوس ہے تجھ پر، پھر افسوس ہے۔“ یہ وعید کے کلمات ہیں اور تکرار وعید کے لیے ان کو مکرر کہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی ابتدائی تخلیق کی یاد دلائی، چنانچہ فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾ یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا، اسے نیکی کا حکم دیا جائے گا نہ برائی سے روکا جائے گا، اسے ثواب عطا کیا جائے گا نہ عقاب میں مبتلا کیا جائے گا؟ یہ باطل گمان اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوئے ظن ہے جو اس کی حکمت کے لائق نہیں۔ ﴿اَلَمْ يَكُنْ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيِّ يُونُسٰى ۝ ثُمَّ كَانَ﴾ ”کیا وہ منیٰ کا قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے، پھر ہو گیا؟“ یعنی منیٰ کے بعد ﴿عَلَقَةً﴾ خون کا تو تھرا ﴿فَخَلَقَ﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے جان دار پیدا کیا اور اسے درست کیا، یعنی اس کو مہارت سے محکم کر کے بنایا ﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الْوَجَيْنَ الذَّكَوٰى وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ﴾ ”پھر اس سے نر اور مادہ جوڑے بنائے کیا نہیں ہے وہ۔“ یعنی وہ جس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو ان مختلف مراحل سے گزارا ﴿بِقَدْرِ عَلٰى اَنْ يُغْنِيَ النَّمُوٰى﴾ ”اس پر قادر کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے؟“ کیوں نہیں! وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الدَّهْرِ

سُوْرَةُ الدَّهْرِ (۱۰۱ مَائِيَّةٌ)	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ کے نام سے دشواریاں جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے	اِنَّا هَدَيْنَا ۲ رُكُوْعًا ۲۱
--	--	------------------------------------

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنٰا
تَحْقِيقٌ گزر چکا ہے انسان پر ایک وقت زمانے سے جب کہ نہیں تھا وہ کوئی چیز قابل ذکر ۝ بلاشبہ ہم نے پیدا کیا
الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشٰجٍ ۝ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَبِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ
انسان کو ایک نطفے ملے جلے سے کہ ہم آزمائیں اسے سو ہم نے بنایا اسے خوب سننے دیکھنے والا ۝ بلاشبہ ہم نے ہدایت دی اسے
السَّبِيْلَ اِمَّا شٰكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝

راستے کی خواہ وہ شکر گزار بنے اور خواہ ناشکرا ۝

اس سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ابتدائی، اس کے انتہائی اور اس کے متوسط احوال بیان فرمائے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اس پر ایک طویل زمانہ گزرا ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جو اس کے وجود میں آنے سے پہلے تھا اور وہ ابھی پردہ عدم میں تھا بلکہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے باپ آدم علیہ السلام کو منیٰ سے پیدا کیا، پھر اس کی نسل کو مسلسل بنایا ﴿مِّنْ نُّطْفَةٍ اَمْشٰجٍ﴾ ”نطفہ مخلوط سے“ یعنی حقیر اور گندے پانی سے بنایا ﴿نَّبْتَلِيْهِ﴾ ہم اس کے ذریعے سے اس کو آزماتے ہیں تاکہ ہم جان لیں کہ آیا وہ

اپنی پہلی حالت کو چشم بصیرت سے دیکھ اور اس کو سمجھ سکتا ہے یا اس کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کو اس کے نفس نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا، اس کے ظاہری اور باطنی قوی، مثلاً: کان، آنکھیں اور دیگر اعضا تخلیق کیے، ان قوی کو اس کے لیے مکمل کیا، ان کو صحیح سالم بنایا تاکہ وہ ان قوی کے ذریعے سے اپنے مقاصد کے حصول پر قادر ہو، پھر اس کی طرف اپنے رسول بھیجے، ان پر کتابیں نازل کیں اسے وہ راستہ دکھایا جو اس کے پاس پہنچاتا ہے، اس راستے کو واضح کیا اور اسے اس راستے کی ترغیب دی اور اسے ان نعمتوں کے بارے میں بتایا جو اسے اس کے پاس پہنچنے پر حاصل ہوں گی۔ پھر اس راستے سے خبردار کیا جو ہلاکت کی منزل تک پہنچاتا ہے، اسے اس راستے سے ڈرایا، اسے اس بات سے بھی آگاہ کیا کہ جب وہ اس راستے پر چلے گا تو اسے کیا سزا ملے گی اور وہ کس عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

اول: اس نعمت پر شکر ادا کرنے والا بندہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہرہ مند کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو ادا کرنے والا جن کی ذمہ داری کا بوجھ اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالا ہے۔

ثانی: نعمتوں کی ناشکری کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے بہرہ مند کیا مگر اس نے ان نعمتوں کو ٹھکرا دیا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور اس راستے پر چل نکلا جو ہلاکت کی گھاٹیوں میں لے جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جزا کے لحاظ سے دونوں فریقوں کا ذکر کیا تو فرمایا:

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلْسِلًا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۝ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ

بلاشبہ ہم نے تیار کر رکھی ہیں کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور سخت بھڑکتی آگ ۝ یقیناً نیک لوگ پئیں گے ایسے

مَنْ كَأْسٍ كَانَ مَرْجُوهًا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا

جام سے کہ ہوگی اس میں ملاوٹ کافور کی ۝ یعنی ایک چشمہ ہے پئیں گے اس میں سے اللہ کے بندے وہ بہالے جائیں گے (جہر جائیں گے)

تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالْأَذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعَمُونَ

بہالے جانا آسانی سے ۝ وہ پوری کرتے ہیں نذر (اپنی) اور ڈرتے ہیں اس دن (کے عذاب) سے کہ ہوگا شرار کا پھیل جانے والا ۝ اور وہ کھلاتے ہیں

الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ

کھانا باوجود اکی محبت کے مسکین کو اور یتیم کو اور قیدی کو ۝ (کہتے ہیں:) بس ہم تو تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اللہ ہی کی ذات کے لیے اور تمہیں چاہتے ہم

مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَطَطِيرًا ۝

تم سے کوئی جزا اور نہ شکریہ ۝ بلاشبہ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اس دن سے جو ہوگا نہایت سخت بہت لمبا ۝

فَوَقَّعَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا

سو پچائے گا انہیں اللہ شر (عذاب) سے اس دن کے اور عطا کرے گا ان کو تازگی اور سرور ۝ اور جزا دے گا انہیں بوجہ ان کے صبر کے

جَنَّةٌ وَحَرِيرًا ۝ مُتَكِبِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا

جنت اور ریشی لباس ۝ وہ تکبر لگائے ہوں گے اس میں تختوں پر نہیں دیکھیں گے اس (جنت) میں سخت دھوپ اور نہ

زَمَهْرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ

سخت سردی ۝ اور بجھکے ہوئے ان پر اس (جنت) کے سائے اور آسان کر دیا جائیگا (حصول) انکے پھلوں کا نہایت آسان ۝ اور پھرائے جائینگے

عَلَيْهِمْ بِأَنِيَّةٍ مِّنْ فَضَّةٍ ۝ أَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝ قَوَارِيرًا مِّنْ فَضَّةٍ

ان پر برتن چاندی کے اور ایسے آنخورے کہ ہوں گے وہ شیشے کے ۝ شیشے (بھی) چاندی کے

قَدَرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا

(ساق) انھیں ٹھیک انداز سے پھرے گئے اور پلائے جائینگے وہ اس (جنت) میں ایسا جام شراب کہ ہوگی اس میں ملاوٹ نہ پھیل (سخت) کی ۝ (یہ) چشمہ ہے

فِيهَا تُسْقَى سَلْسِبِيلًا ۝ وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ وَلَدَانٌ مُّخْدُونٌ ۝ إِذَا رَأَيْتَهُمْ

جنت میں کہ نام رکھا جاتا ہے (اسکا) سلسبیل ۝ اور گھومیں گے ان پر ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہینگے جب تو دیکھے گا انہیں تو

حَسِبْتَهُمْ لَوْلُوْا أَمْنًا ثَوْرًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثُمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا ۝ مُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَلَيْهِمْ

سمجھے گا ان کو موتی بکھرے ہوئے ۝ اور جب تو دیکھے گا وہاں تو دیکھے گا تو نعمت اور سلطنت بڑی ۝ ان پر

ثِيَابٌ سُندُسٍ خُضْرٌ ۝ وَإِسْتَبْرَقٌ زَوْحُلُوهَا ۝ أَسَاوِرٌ مِّنْ فَضَّةٍ ۝ وَسَقَاهُمْ

کپڑے (لباس) ہوں گے باریک سبز اور دیزریشم کے اور زیور پہنائے جائیں گے ان کو نگین چاندی کے اور پلائے گا انہیں

رَبَّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً ۝ وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ۝

ان کا رب شراب طہور ۝ (انہیں کہا جائے گا) بلاشبہ یہ ہے تمہارے لیے جزا اور ہے کوشش تمہاری قابل قدر ۝

جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، اس کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب کی جسارت کی ہم نے

اس کے لیے تیار کی ہیں ﴿سَلْسِلًا﴾ جہنم کی آگ میں زنجیریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ

ذَرَعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ﴾ (الحاقة: ۳۲/۶۹) ”پھر اسے اس زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستر

ہاتھ ہے۔“ ﴿وَأَغْلَلَ﴾ ”اور طوق“ جس کے ذریعے سے ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ باندھ کر ان

سے جکڑ دیا جائے گا۔ ﴿وَسَعِيرًا﴾ یعنی ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے جو ان کے جسموں

کے ساتھ بھڑکے گی اور ان کے بدنوں کو جلا ڈالے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ

بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾ (النساء: ۵۶/۴) ”جب ان کی کھالیں گل جائیں گی تو ہم ان کو

ان کے سوا اور کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ کھاتے رہیں۔“ یہ عذاب ان کے لیے دائمی ہوگا اور وہ

اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رہے ﴿الْأَبْرَارُ﴾ ”نیک لوگ“ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل نیک ہیں کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی معرفت،

اس کی محبت اور اخلاق جمیلہ ہیں۔ پس اس سبب سے ان کے اعمال بھی نیک ہیں انھوں نے ان کو نیک اعمال میں استعمال کیا ہے۔ ﴿يَشْرَبُونَ مِنْ كَائِنٍ﴾ ”ایسے جام سے پیئیں گے“ یعنی شراب سے انتہائی لذیذ مشروب جس میں کافور ملا یا گیا ہوگا تاکہ وہ اس مشروب کو ٹھنڈا کر کے اس کی حدت کو توڑ دے۔ یہ کافور انتہائی لذیذ ہوگا ہر قسم کے تکدر اور ملاوٹ سے پاک ہوگا جو دنیا کے کافور میں موجود ہوتی ہے۔ ہر وہ آفت جو ان سما میں ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے جبکہ اس قسم کے اسامہ دنیا میں بھی ہیں تو وہ (آفت) آخرت میں نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۖ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ﴾ (الواقعة: ۲۸/۵۶-۲۹) ”وہ بغیر کانٹوں کی بیڑیوں اور تہ بہ تہ کیوں میں ہوں گے۔“ فرمایا: ﴿وَأَزْوَاجٍ مُّطَهَّرَةٍ﴾ (آل عمران: ۱۵/۳) ”اور جنت میں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی۔“ اور فرمایا: ﴿لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (الأنعام: ۱۲۷/۶) ”ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ (الزخرف: ۷۱/۴۳) ”اور اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو دل چاہیں گے اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔“

﴿عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ﴾ ”وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پیئیں گے“ یعنی وہ لذیذ شراب، جو وہ پیئیں گے، انھیں اس کے ختم ہونے کا خوف نہیں ہوگا بلکہ اس کا ایسا مادہ ہوگا جو کبھی منقطع نہ ہوگا، یہ ہمیشہ جاری رہنے اور بہنے والا چشمہ ہوگا۔ اللہ کے بندے جہاں چاہیں گے جیسے چاہیں گے وہاں سے نہریں نکال لے جائیں گے، اگر وہ چاہیں گے تو ان کو خوبصورت باغات کی طرف موڑ لیں گے یا بارونق باغیچوں کی طرف لے جائیں گے اگر وہ چاہیں گے تو محلات کی جوانب اور آراستہ گھروں کی طرف بہا لے جائیں گے یا وہ خوبصورت جہات میں سے جس جہت میں بھی چاہیں گے ان نہروں کو لے جائیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں ان کے جملہ اعمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يُؤْفُونَ﴾ **بِالتَّذَرُّرِ** ”یعنی وہ جن نذروں اور معاہدوں کو اپنے آپ پر اللہ کے لیے لازم کر لیتے تھے، انھیں پورا کرتے تھے۔ جب وہ نذر کو پورا کرتے تھے، جو اصل میں ان پر واجب نہیں الا یہ کہ وہ اسے خود اپنے آپ پر واجب کر لیں، تب فرائضِ اصلیہ کو تو بدرجہ اولیٰ قائم کرتے اور ان کو بجالاتے ہوں گے ﴿وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ یعنی اس دن کا خوف رکھتے تھے جس کی برائی نہایت سخت اور پھیل جانے والی ہے۔ پس انھیں خوف تھا کہ اس دن کی برائی کہیں انھیں نہ پہنچ جائے، اس لیے انھوں نے ہر وہ سبب چھوڑ دیا جو اس کا موجب تھا۔ ﴿وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ﴾ یعنی وہ اس حال میں ہوتے ہیں کہ جس میں وہ خود مال اور طعام کو پسند کرتے ہیں مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر مقدم رکھا اور لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق اور سب سے زیادہ حاجت مند کو کھانا کھلانے کی کوشش کرتے ہیں ﴿مُسْكِينًا وَيتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ ”مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو۔“ ان کے

کھانا کھلانے اور خرچ کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ وہ اپنی زبان حال سے کہتے ہیں:

﴿إِنَّمَا نَطْعُكُمْ لِيُوجِبَ اللَّهُ لَا تُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا﴾ ”ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کسی بدلے کے خواست گار ہیں نہ شکر گزاری کے۔“ یعنی کوئی مالی جزا چاہتے ہیں نہ قولی ثناء۔

﴿إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمَ عَبُوسًا﴾ ”ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو اداسی والا ہوگا،“ یعنی جو نہایت سخت اور شر والا دن ہوگا ﴿قَطْرِيرًا﴾ اور نہایت تنگ دن ہوگا ﴿فَوَقَّهْمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ﴾ ”پس اللہ ان کو اس دن کے شر سے بچالے گا۔“ پس انہیں وہ عظیم گھبراہٹ غم زدہ نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے: ”یہ وہ دن ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔“ ﴿وَلَقَّهْمُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم سے سرفراز کرے گا ﴿نَضْرَةً﴾ یعنی ان کے چہروں کو تازگی عطا کرے گا ﴿وَسُرُورًا﴾ اور ان کے دلوں کو سرور سے لبریز کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہری اور باطنی نعمتوں کو اکٹھا کر دے گا۔

﴿وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا﴾ یعنی ان کی جزا اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کیا اور استطاعت بھرنیک عمل کیے اور اس سبب سے کہ انہوں نے برائیوں سے اجتناب پر صبر کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور اس سبب سے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا اور اس پر ناراضی کا اظہار نہیں کیا ﴿جَنَّةً﴾ ”جنت ہے“ جو ہر نعمت کی جامع اور ہر قسم کے تکدر سے سلامت ہے ﴿وَحَرِيرًا﴾ ”اور ریشم ہے“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ (الحج: ۲۳/۲۲) ”اور جنت میں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔“ شاید اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ریشم کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ ان کا ظاہری لباس ہوگا جو صاحب لباس کے حال پر دلالت کرے گا۔

﴿مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ﴾ ”وہ تختوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔“ (الْأَرَائِكُ) سے مراد اطمینان، راحت اور آسودگی کی حالت میں ٹیک لگا کر بیٹھنا اور (الْأَرَائِكُ) وہ تخت ہیں جن پر سجاوٹ والے کپڑے بچھائے گئے ہوں۔ ﴿لَا يَرَوْنَ فِيهَا﴾ یعنی وہ اس جنت کے اندر نہیں دیکھیں گے ﴿شَيْئًا﴾ دھوپ جس کی پیش آن کو نقصان پہنچائے۔ ﴿وَلَا زَمَهَرِيرًا﴾ ”اور نہ سخت سردی“ یعنی ان کے تمام اوقات گہرے سائے میں گزریں گے جہاں گرمی ہوگی نہ سردی، جہاں ان کے جسم لذت حاصل کریں گے وہاں ان کے جسموں کو گرمی سے تکلیف ہوگی نہ سردی سے۔ ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذَلِيلًا﴾ ”اور ان سے ان کے سائے قریب ہوں گے اور میوؤں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے“ یعنی اس کے پھل، اس کے چاہنے والے کے اتنے قریب کر دیے جائیں گے کہ وہ ان کو کھڑے بیٹھے یا لیٹے ہوئے بھی حاصل کر سکیں گے۔

خدمت گارلز کے اور خدام، اہل جنت کے پاس گھوم پھر رہے ہوں گے ﴿بِأَنبِيَاءٍ مِنْ فَضْلِهِ وَأَنْتَابِ﴾

كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝ قَوَارِيرًا مِنْ فَضْلِهِ ﴿چاندی کے برتن اور شیشے کے (شفاف) گلاس لیے ہوئے، شیشے بھی

چاندی کے ہونگے۔“ یعنی ان کا مادہ چاندی ہوگا ان کی صفائی شیشے کی سی ہوگی۔ یہ ایک عجیب ترین چیز ہوگی کہ چاندی جو کہ کثیف ہوتی ہے اپنے جوہر کی صفائی اور اچھے معدن کی بنا پر شیشے کے صاف و شفاف ہونے کی مانند صاف و شفاف ہوگی۔

﴿قَدْ رَوْهَا تَقْدِیْرًا﴾ ”جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔“ یعنی ان مذکورہ برتنوں (کے حجم) کو ان کی سیرابی کی مقدار کے مطابق بنائیں گے، اس سے کم ہوں گے نہ زیادہ کیونکہ اگر حجم میں زیادہ ہوں تو ان کی لذت کم ہو جائے گی اگر کم ہوں گے تو ان کی سیرابی کے لیے کافی نہیں ہوں گے۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ اہل جنت ان برتنوں کو ایسی مقدار پر بنائیں گے جو ان کی لذات کے موافق ہوگی، وہ برتن ان کے پاس ایسے حجم اور مقدار پر آئیں گے جس کا اندازہ انھوں نے اپنے دلوں میں کیا ہوگا۔ ﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا﴾ ”وہاں انھیں پلائی جائے گی“ یعنی جنت میں خالص شراب کے بھرے جام ہوں گے ﴿كَانَ مِزَاجُهَا﴾ جس میں ملاوٹ ہوگی ﴿زَنْجَبِيْلًا﴾ ”سونٹھ کی۔“ تاکہ اس کا ذائقہ اور خوشبودنوں خوش گوار بن جائیں۔

﴿عَيْنًا فِيْهَا﴾ اس جنت میں ایک چشمہ ہے ﴿تَسْقٰی سَلْسِبٰیْلًا﴾ ”جس کا نام سلسیل ہے۔“ اس کو یہ نام اس کے آسانی کے ساتھ حاصل ہونے، اس کی لذت اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ ﴿وَيَطْوٰنَ عَلَیْهِمْ﴾ یعنی اہل جنت کے پاس ان کے کھانے، ان کے مشروب اور ان کی خدمت کے لیے گھومتے پھرتے ہوں گے ﴿وَلَدَانِ مُّخْلَدَوْنَ﴾ ”لڑکے ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہنے والے۔“ ان کو جنت میں بقا کے لیے پیدا کیا گیا ہے، ان کی ہیئت بدلے گی نہ وہ بڑے ہوں گے اور وہ انتہائی خوبصورت ہوں گے۔ ﴿اِذَا رَاٰیْتَهُمْ﴾ جب تو ان کو اہل جنت کی خدمت میں منتشر ہوئے دیکھے ﴿حَسْبَتْهُمْ﴾ تو تو ان کو ان کی خوبصورتی کی وجہ سے سمجھے گا ﴿لَوْ لَوْا فَمَنْثُوْرًا﴾ کہ وہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ یہ اہل جنت کی لذت کی تکمیل ہے کہ ان کے خدام، ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہوں گے جن کا نظارہ اہل جنت کو خوش کر دے گا، وہ اپنی تابع داری کی بنا پر امن کے ساتھ ان کی آرام گاہ میں وہ چیزیں لے کر آئیں گے جو وہ منگوائیں گے اور جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے۔

﴿وَاِذَا رَاٰیْتَ ثَمَّ﴾ یعنی جب تو جنت میں دیکھے کہ اہل جنت کن کامل نعمتوں میں ہیں ﴿رَاٰیْتَ نَعِیْمًا وَ مُلْكًا كَبِیْرًا﴾ ”تو نعمتیں ہی نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت دیکھے گا“ تو ان میں سے ایک کو اس طرح پائے گا کہ اس کے پاس ایسی آرام گاہیں ہوں گی، سجائے اور مزین کیے ہوئے ایسے بالا خانے ہوں گے جن کا وصف بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس کے پاس خوبصورت باغات ہوں گے، ایسے پھل ہوں گے جو اس کی پہنچ میں ہوں گے، لذیذ میوہ جات ہوں گے، بہتی ہوئی ندیاں اور خوش کن باغیچے ہوں گے۔ سحر انگیز چہچہانے والے پرندے ہوں گے جو دلوں کو متاثر اور نفوس کو خوش کریں گے۔ اس کے پاس بیویاں ہوں گی جو انتہائی خوبصورت اور خوب سیرت ہوں گی جو ظاہری اور باطنی جمال کی جامع ہوں گی جو نیک اور حسین ہوں گی، ان کا حسن قلب کو سرور، لذت اور خوشی سے لبریز کر دے گا۔

اس کے ارد گرد ہمیشہ رہنے والے خدمت گار لڑکے اور دائمی خدام گھوم پھر رہے ہوں گے جس سے راحت و اطمینان حاصل ہوگا، لذت عیش کا اتمام اور مسرت کی تکمیل ہوگی۔ پھر اس کے علاوہ اور اس سے بڑھ کر رب رحیم کی رضا، اس کے خطاب کا سامع، اس کے قرب کی لذت، اس کی رضا کی خوشی اور دائمی زندگی حاصل ہوگی جن نعمتوں میں وہ رہ رہے ہوں گے وہ ہر وقت اور ہر آن بڑھتی ہی رہیں گی۔ پس پاک ہے اللہ تعالیٰ، اقتدار اور واضح حق کا مالک جس کے خزانے کبھی ختم ہوتے ہیں نہ اس کی بھلائی کم پڑتی ہے جیسے اس کے اوصاف کی کوئی انتہا نہیں ہے اسی طرح اس کی نیکی اور احسان کی کوئی حد نہیں ہے۔

﴿عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَاسْتَبْرَقٌ﴾ یعنی ان کو سبز اور دبیز ریشم کے باریک اطلس کے لباس پہنائے جائیں گے۔ یہ دونوں حریر کی بہترین اقسام ہیں۔ (سُنْدُس) موٹے اور دبیز ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور (اسْتَبْرَق) باریک ریشمی کپڑے کو کہا جاتا ہے۔ ﴿وَحُلُوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾ مردوں اور عورتوں کو ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے کیونکہ اپنے قول اور اپنی بات میں اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ﴿وَسَقَمُّهُمْ رَبَّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ ”اور انھیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا۔“ جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی کدورت نہ ہوگی اور ان کے پیٹ میں جو آلائشیں وغیرہ ہوں گی ان کو پاک صاف کر دے گی۔

﴿اِنَّ هٰذَا﴾ بلاشبہ یہ اجر جزیل اور عطائے جمیل ﴿كَانَ لَكُمْ جَزَاءً﴾ ان اعمال کی جزا ہے جو تم آگے بھیج چکے ہو ﴿وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ”اور تمھاری کوشش کی قدر کی گئی ہے۔“ یعنی تمھاری تھوڑی سی کوشش کے بدلے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اتنی نعمتیں عطا کی ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝۳۶

یقیناً ہم ہی نے اتارا ہے آپ پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا اتارنا ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا﴾ ”بے شک ہم نے آپ پر قرآن آہستہ آہستہ اتارا ہے“ اور اس کے اندر وعدہ و وعید اور ہر چیز کا بیان ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ قرآن کریم کے اندر اللہ تعالیٰ کے اوامر و شرائع کو پوری طرح قائم کرنے، ان کے نفاذ کی کوشش کرنے اور اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بنا بریں فرمایا:

فَاَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اِثْمًا اَوْ كُفُوْرًا ۝۳۷

پس آپ صبر کیجئے اپنے رب کے حکم کے لیے اور نہ اطاعت کیجئے ان میں سے کسی گناہ گار یا کافر کی ۝

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم قدری پر صبر کیجئے اور اس پر ناراضی کا اظہار نہ کیجئے اور اس کے حکم دینی پر صبر کیجئے اور اس پر

رواں دواں رہیے اور کوئی چیز آپ کی راہ کھوٹی نہ کر سکے۔ ﴿وَلَا تُطْعَمُ﴾ معاندین حق کی اطاعت نہ کیجیے جو چاہتے ہیں کہ آپ کو راہ حق سے روک دیں ﴿اِنَّهَا﴾ یعنی جو گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہے اور نہ (اطاعت کریں) ﴿كُفُّوْا﴾ ”کفر کرنے والے کی“ کیونکہ کفار، فجار اور فساق کی اطاعت حتیٰ طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے کیونکہ یہ لوگ صرف اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جسے ان کے نفس پسند کرتے ہیں۔

وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً ﴿٢٩﴾

اور یاد کیجئے نام اپنے رب کا صبح اور شام ○

چونکہ صبر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قیام اور اس کے ذکر کی کثرت میں مدد کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: ﴿وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيلاً﴾ یعنی صبح و شام اپنے رب کا نام لیتے رہو۔ اس میں فرض نمازیں، اس کے توابع نوافل وغیرہ اور ان اوقات میں ذکر، تسبیح، تہلیل اور تکبیر وغیرہ داخل ہیں۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلاً ﴿٣٠﴾

اور کچھ (حصہ) رات میں بھی پس سجدہ کیجئے اس کے لیے اور اس کی تسبیح کیجئے رات میں دیر تک ○

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ﴾ ”اور رات کو سجدے کرو“ یعنی اس کے حضور کثرت سے سجدے کیجئے اور یہ چیز کثرت نماز کو متضمن ہے۔ ﴿وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلاً﴾ ”اور طویل رات تک اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔“ اس مطلق کی تفسیر اس ارشاد کے ذریعے سے گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے ﴿يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ ۖ اذْكُرْ ۖ اَللّٰهُ اَلَا قَلِيلاً ۝ نَصْفَهُ ۖ اَوْ اَنْقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۖ﴾ (المزمل: ۱۷۳-۴) ”اے پڑے میں لپٹنے والے، رات کو تھوڑا سا قیام کیجئے، قیام نصف شب کیجئے یا اس سے بھی کچھ کم، یا اس سے کچھ زیادہ۔“

اِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وِرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلاً ﴿٣١﴾

بلاشبہ یہ لوگ پسند کرتے ہیں دنیا کو اور چھوڑتے ہیں اپنے پیچھے بھاری دن کو ○

﴿اِنَّ هٰؤُلَاءِ﴾ اے رسول! آپ کو جھٹلانے والے یہ لوگ، اس کے بعد کہ ان کے سامنے کھول کھول کر آیات بیان کی گئیں، ان کو ترغیب دی گئی، ان کو ڈرایا گیا، اس کے باوجود، اس نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا بلکہ وہ ہمیشہ ترجیح دیتے رہے ﴿الْعَاجِلَةَ﴾ دنیا ہی کو اور اسی پر مطمئن رہے ﴿وَيَذَرُوْنَ﴾ یعنی وہ عمل چھوڑ دیتے ہیں اور مہمل بن جاتے ہیں ﴿وِرَآءَهُمْ﴾ یعنی اپنے آگے ”بھاری دن“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس کی مقدار تمہارے حساب کے مطابق پچاس ہزار برس ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَقُوْلُ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ (القمر: ۸/۵۴) ”کافر کہیں گے کہ یہ بہت ہی مشکل دن ہے۔“ گویا کہ وہ صرف دنیا اور دنیا کے اندر قیام کرنے

کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

نَحْنُ خَلَقْنَهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾

ہم ہی نے پیدا کیا انہیں اور مضبوط کیے ہم نے انکے جوڑ اور جب ہم چاہیں بدل کر لے آئیں ان جیسے (اور لوگ) تبدیل کر کے ○

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کی موت کے بعد دوبارہ زندگی پر، عقلی دلیل سے استدلال کیا ہے اور یہ ابتدائے تخلیق کی دلیل ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿نَحْنُ خَلَقْنَهُمْ﴾ یعنی ہم ان کو عدم سے وجود میں لائے۔ ﴿وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ﴾ یعنی ہم نے ان کی تخلیق کو اعصاب، رگوں، پٹھوں، ظاہری اور باطنی قواؤں کے ذریعے سے محکم کیا، یہاں تک کہ جسم تکمیل کی منزل پر پہنچ گیا اور ہر اس فعل پر قادر ہو گیا جو وہ چاہتا تھا۔ پس وہ ہستی جو انہیں اس حالت پر وجود میں لائی ہے، وہ ان کے مرنے کے بعد ان کو جزا و سزا دینے کے لیے انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور وہ ہستی جس نے اس دنیا میں ان کو ان مراحل میں سے گزارا ہے، اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ان کو بے کار چھوڑ دے، ان کو حکم دیا جائے نہ ان کو روکا جائے، ان کو ثواب عطا کیا جائے نہ عذاب دیا جائے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا﴾ ”ان کے بدلے انہی کی طرح کے اور لوگ لے آئیں“، یعنی ہم نے انہیں روز قیامت دوبارہ اٹھنے کے لیے تخلیق کیا ہے، ہم نے ان کے اعیان، ان کے نفوس اور ان کی امثال کا اعادہ کیا۔

إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾

بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے، سو جو چاہے وہ پکڑے اپنے رب کی طرف راستہ ○

﴿إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ﴾ ”یہ ایک نصیحت ہے“، یعنی اس سے مومن نصیحت حاصل کرتا ہے، اس کے اندر جو تخویف و ترغیب ہے، اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ﴿فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ ”پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے“، یعنی وہ راستہ جو اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حق اور ہدایت کو پوری طرح واضح کر دیا اور لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ان کو اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو ہدایت کے راستے پر گامزن ہوں اور اگر چاہیں تو اس سے دور بھاگیں۔

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾

اور نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ ہی، یقیناً ہے اللہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ○

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ ”اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔“ بے شک اللہ تعالیٰ کی مشیت نافذ ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ”بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔“ ہدایت یاب کی ہدایت اور گمراہ کی گمراہی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے۔

يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ط وَالظَّالِمِينَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيمًا ٢٣

وہ داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں اور ظالم اس نے تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب دردناک ○
﴿يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ﴾ ”وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر دیتا ہے۔“ پس اسے اپنی
عنایت سے مختص کرتا ہے، اسے سعادت کے اسباب کی توفیق سے نوازتا ہے اور سعادت کے راستوں کی طرف اس کی راہ
نمائ کرنا ہے۔ ﴿وَالظَّالِمِينَ﴾ جنہوں نے ہدایت کی بجائے شقاوت کو منتخب کیا ﴿اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيمًا﴾ تو
ان کے ظلم اور عدوان کی پاداش میں، ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُرْسَلَات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شرح) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

ہائیکذا
۵۰
ذَوَاتُهَا ۲

سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ
(۱۸۸) مَكِّيَّةٌ ۱۱۱

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ١ ۱۱ فَاَلْعَصْفُ عَصْفًا ٢ ۱۲ وَالتَّشْرِاتِ نَشْرًا ٣ ۱۳

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بھیجی جاتی ہیں متواتر ○ پھر ان ہواؤں کی جو تند تیز چلتی ہیں طوفان بن کر ○ اور ان ہواؤں کی جو پھیلاتی ہیں (بادل و بارش کو) پھیلاتا ○

فَاَلْفُرْقَتِ فَرْقًا ٤ ۱۴ فَاَلْمُلْقِيَتِ ذِكْرًا ٥ ۱۵ عُدْرًا اَوْ نُذْرًا ٦ ۱۶ اِنَّمَا

پھر ان (فرشتوں) کی جو جدا کرنے والے ہیں (حق و باطل کو) جدا کر کے ○ پھر ان (فرشتوں) کی جو اُلٹے والے ہیں ذکر ○ غدر (قسم کرنے کا) ڈرانے کے لیے ○ یقیناً

تُوْعَدُوْنَ كَوَاقِعُ ٧ ۱۷ فَاِذَا النَّجْمُ طُمِسَتْ ٨ ۱۸ وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ٩ ۱۹

جس (قیامت) کا تم وعدہ دیے جاتے ہو (وہ) ضرور واقع ہونی والی ہے ○ پس جب ستارے مٹا دیے جائیں گے ○ اور جب آسمان پھاڑ دیا جائیگا ○

وَإِذَا الْجِبَالُ نُسْفَتْ ١٠ ۲۰ وَإِذَا الرُّسُلُ اقْتَتَتْ ١١ ۲۱ لَا يَمِيْ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ١٢ ۲۲

اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے ○ اور جب رسول معین وقت پر جمع کیے جائیں گے ○ (کہا جائیگا) کس دن کیلئے (یہ) مؤخر کیے گئے تھے ○

لِيَوْمِ الْفَصْلِ ١٣ ۲۳ وَمَا اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ١٤ ۲۴ وَيْلٌ لِّيَوْمٍ ذٰلِكَ ١٥ ۲۵

فیصلے کے دن کیلئے ○ اور کس چیز نے خبر دی آپ کو کیا ہے دن فیصلے کا؟ ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے روز اور اعمال کی جزا و سزا پر فرشتوں کی قسم کھائی ہے، وہ فرشتے جن کو اللہ

تعالیٰ کوئی و قدری معاملات، تدبیر کائنات، شرعی معاملات اور اپنے رسولوں پر وحی کے لیے بھیجتا ہے ﴿عُرْفًا﴾

(الْمُرْسَلَاتِ) سے حال ہے، یعنی ان کو محض ناشائستہ اور بے فائدہ کام کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ ان کو عرف، حکمت

اور مصلحت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ﴿فَاَلْعَصْفُ عَصْفًا﴾ اس سے بھی مراد فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے،

ان کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تیز ہوا کی مانند جلدی سے آگے بڑھ کر اخذ کرتے ہیں اور نہایت سرعت سے

اس کے احکام کو نافذ کرتے ہیں یا اس سے مراد سخت ہوائیں ہیں جو نہایت تیز چلتی ہیں۔ ﴿وَالْتَّشْرِاتِ نَشْرًا﴾

اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہوں کہ انھیں جس چیز کے پھیلانے کے انتظام پر مقرر کیا گیا ہے اس کو پھیلاتے ہیں یا اس سے مراد بادل ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین کو سرسبز کرتا ہے اور اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔ ﴿فَالْمُنْقِصَاتِ ذِكْرًا﴾ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو افضل ترین احکام کا القا کرتے ہیں۔ یہ وہ ذکر ہے جس کے ذریعے سے اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اس میں ان کے سامنے ان کے منافع اور مصالح کا ذکر کرتا ہے اور اسے انبیاء و مرسلین کی طرف بھیجتا ہے۔ ﴿عُذْرًا أَوْ نَذْرًا﴾ یعنی لوگوں کا عذر رفع کرنے اور ان کو تنبیہ کرنے کے لیے، تاکہ وہ لوگوں کو خوف کے ان مقامات سے ڈرائیں جو ان کے سامنے ہیں، ان کے عذر منقطع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ پر ان کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔

﴿إِنَّمَا تُوعَدُونَ﴾ یعنی مرنے کے بعد زندگی اور اعمال کی جزا و سزا کا جو تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے ﴿لَوَاقِعٌ﴾ اس کا وقوع کسی شک و ریب کے بغیر حتمی ہے۔ جب قیامت کا دن واقع ہوگا تو کائنات میں تغیرات آئیں گے اور سخت ہولناکیوں کا ظہور ہوگا جس سے دل دہل جائیں گے، کرب بہت زیادہ ہو جائے گا، ستارے بے نور ہو جائیں گے، یعنی اپنے مقامات سے زائل ہو کر بکھر جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین ایک چٹیل میدان کی طرح ہو جائے گی جس میں تو کوئی نشیب و فراز نہ دیکھے گا۔ یہ وہ دن ہوگا جس دن مقررہ وقت پر رسولوں کو لایا جائے گا جس وقت کو ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے فرمایا: ﴿لَا تَأْتِي يَوْمَ أُخْلَتْ﴾ ”بھلاتا خیر کس دن کے لیے کی گئی؟“ یہ استفہام تعظیم، تفسحیم اور تہویل (ہول دلانے) کے لیے ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ﴿لَيَوْمٍ الْفَصْلِ﴾ یعنی خلافت میں ایک دوسرے کے درمیان فیصلے کرنے اور ان میں سے ہر ایک سے فردا فردا حساب لینے کے لیے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس دن کی تکذیب کرنے والے کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ ”اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے“ یعنی انھیں کتنی حسرت ہوگی، ان کا عذاب کتنا سخت اور ان کا ٹھکانا کتنا برا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ کیا، ان کے لیے قسم کھائی مگر انھوں نے اسے سچ نہ جانا، اس لیے وہ سخت عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ۖ ثُمَّ نُنْبِئُهُمُ الْآخِرِينَ ۚ كَذَلِكَ نَفْعَلُ

کیا ہم نے پہلوں کو؟ پھر ہم پیچھے لگائیں گے ان کے پچھلوں کو ○ اسی طرح ہم کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِينَ ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ

مجرموں کے ساتھ ○ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ○

کیا ہم نے جھٹلانے والے گزشتہ لوگوں کو ہلاک نہیں کر ڈالا، پھر ہم آخر میں آنے والے لوگوں کو ان کے بعد

ہلاک کریں گے جو جھٹلائیں گے۔ ہر مجرم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سابقہ سنت بھی یہی ہے اور آئندہ سنت الہی بھی یہی ہوگی۔ ان کے لیے سزا جہنم ہے تو تم جو کچھ دیکھتے اور جو کچھ سنتے ہو اس سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے؟ ﴿وَيَلَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے خرابی ہے۔“ جو واضح اور کھلی نشانیوں، عذاب اور عبرت ناک سزاؤں کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی جھٹلاتے ہیں۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ﴿٢١﴾ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿٢٢﴾ اِلٰی
کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی (منی) سے؟ پھر ہم نے رکھا اس کو ایک محفوظ ٹھکانے میں ﴿٢١﴾ ایک اندازے (وقت)
قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢٢﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَدِرُونَ ﴿٢٣﴾ وَيَلَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾
مقررہ تک ﴿٢٢﴾ پس ہم نے اندازہ لگایا تو (کیا) اچھا اندازہ لگانے والے ہیں (ہم) ﴿٢٣﴾ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے ﴿٢٤﴾

اے انسانو! کیا ہم نے تمہیں پیدا نہیں کیا ﴿من ماء مهین﴾ اس پانی سے جو انتہائی حقیر ہے جو پشت اور سینے کے درمیان سے خارج ہوتا ہے؟ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رکھ دیا ﴿فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ﴾ ایک محفوظ جگہ میں، اس سے مراد رحم ہے، یہیں نطفہ ٹھہرتا اور نشوونما پاتا ہے ﴿اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُومٍ﴾ یعنی ایک مقررہ وقت تک ﴿فَقَدَرْنَا﴾ یعنی یہ وقت ہم نے مقرر کیا ہے، ان تاریکیوں میں اس جنین کا انتظام ہم نے کیا، ہم نے اسے نطفے سے خون کے لوٹھڑے، پھر بوٹی میں تبدیل کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑا کیا، اس کے اندر روح پھونکی، ان میں کچھ ایسے ہیں جو اس سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ ﴿فَنِعْمَ الْقَدِرُونَ﴾ ”پس ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔“ اس سے مراد خود اللہ کا نفس مقدس ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اندازہ اس کی حکمت کے تابع اور حمد و ستائش کے موافق ہے۔ ﴿وَيَلَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ اس دن ہلاکت ہے ان جھٹلانے والوں کے لیے جنہوں نے آیات کے واضح ہو جانے اور عبرت ناک چیزیں اور کھلی نشانیاں دیکھنے کے بعد جھٹلایا۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿٢٥﴾ اَحْيَاءَ وَ اَمْوَاتًا ﴿٢٦﴾ وَ جَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيٰ

کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سیٹھنے (جمع کرنے) والی؟ ﴿٢٥﴾ زندوں اور مردوں کو؟ ﴿٢٦﴾ اور ہم نے بنائے (رکھے) اس میں مضبوط (جھے ہوئے) پہاڑ

شِبْحَتٍ وَّ اَسْقَيْنَكُمْ مَّاءً فَرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيَلَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٢٨﴾

بلند و بالا اور ہم نے پلایا تمہیں پانی میٹھا ﴿٢٧﴾ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ﴿٢٨﴾

یعنی کیا ہم نے تم پر احسان نہیں کیا اور تمہارے مصالح کے لیے زمین کو مسخر کر کے تم پر انعام نہیں کیا؟ اور اس زمین کو ﴿كِفَاتًا﴾ تمہارے لیے سیٹھنے والی نہیں بنایا ﴿اَحْيَاءَ﴾ ”زندوں کو“ گھروں میں ﴿وَ اَمْوَاتًا﴾ ”اور مردوں“ کو قبروں میں؟ پس جس طرح گھر اور محلات، بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان ہے اسی طرح قبریں بھی ان کے حق میں رحمت اور ان کے لیے ستر ہیں کہ ان کے اجساد مردوں وغیرہ کے لیے کھلے نہیں پڑے رہتے۔

﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا رَآسِي﴾ یعنی ہم نے ان کے اندر پہاڑ رکھ دیے جو زمین کو ٹھہرائے رکھتے ہیں تاکہ زمین اہل زمین کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط اور بلند، یعنی طویل و عریض پہاڑوں کے ذریعے سے ٹھہرا دیا ﴿وَأَسْقَيْنَكُم مَّاءً قُرًّٰٓا﴾ یعنی ہم نے تمہیں شیریں اور خوش ذائقہ پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿أَقْرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۚ ؕ أَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۚ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أَجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ﴾ (الواقعة: ۶۸/۵۶-۷۰) ”بھلا تم نے دیکھا کہ وہ پانی جو تم پیتے ہو، کیا تم نے اسے بادل سے برسایا یا ہم اسے برساتے ہیں؟ اور اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا بنا دیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟“ ﴿وَيَلَّيْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ ”اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔“ بایں ہمہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتیں دکھلائیں، جن کو عطا کرنے میں وہ متفرد ہے اور ان نعمتوں سے ان کو مختص کیا، انھوں نے ان نعمتوں کے مقابلے میں تکذیب کا رویہ اختیار کیا۔

اِنطَلِقُوْا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكٰذِبُوْنَ ۙ اِنطَلِقُوْا اِلٰی ظِلِّ ذِي ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ لَا ظَلِيْلٍ وَلَا يُغْنِيْ مِنَ الْهَبِّ ۙ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرِّ رَٰكٍ قَصِيْرٍ ۙ كَاَنَّهُ جٰلَتْ صَفْرًا ۙ وَيَلَّيْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ

گویا کہ وہ (چنگاریاں) اونٹ ہیں (زردی مائل) سیاہ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے

یہ ہلاکت ہے جو جھٹلانے والے مجرموں کے لیے تیار کی گئی ہے، ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا: ﴿اِنطَلِقُوْا اِلٰی مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكٰذِبُوْنَ﴾ ”جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے اس کی طرف چلو۔“ پھر اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے اس کی تفسیر فرمائی ﴿اِنطَلِقُوْا اِلٰی ظِلِّ ذِي ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾ یعنی جہنم کی آگ کے سائے کی طرف جو اپنے درمیان سے تین شاخوں میں متفرق ہو جائے گی، یعنی آگ کے ٹکڑے جو مختلف سمتوں سے باری باری اس پر لپکیں گے اور اس پر اکٹھے ہو جائیں گے۔ ﴿لَا ظَلِيْلٍ﴾ اس سائے میں ٹھنڈک نہ ہوگی، یعنی اس سائے میں راحت ہوگی نہ اطمینان۔ ﴿وَلَا يُغْنِيْ﴾ ”نہیں کام آئے گا“ اس سائے میں ٹھہرنا ﴿مِنَ الْهَبِّ﴾ ”شعلے کے مقابلے میں“ بلکہ آگ کا شعلہ اسے دائیں بائیں اور ہر جانب سے گھیر لے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ (الزمر: ۱۶/۳۹) ”ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے فرش (آگ کے) ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّٰلِمِيْنَ﴾ (الاعراف: ۴۱/۷) ”ان کے نیچے جہنم کی آگ کا بچھونا ہوگا

اور اوپر سے اوڑھنا بھی جہنم کی آگ ہی کا ہوگا اور ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عظیم انگاروں کا ذکر کیا جو جہنم کی بڑائی، اس کی برائی اور اس کے برے منظر پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ كَالْقَصْرِ ۝ كَأَنَّهُ جُلُتٌ صُفْرًا﴾ ”اس سے چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل، گویا وہ زرد اونٹ ہیں۔“ یہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں جن میں ایسے رنگ کی جھلک ہے جو زردی مائل ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جہنم کی آگ، اس کے شعلے، اس کے انگارے اور اس کی چنگاریاں تاریک اور سیاہ رنگ کی ہوں گی، ان کا منظر نہایت کریمہ اور ان کی حرارت انتہائی سخت ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم اور ان اعمال سے عافیت عطا کرے جو جہنم کے قریب لے جاتے ہیں۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾ ”اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔“

هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

یہ (وہ) دن ہے کہ نہیں بول سکیں گے وہ ۝ اور نہ اجازت دی جائے گی ان کو کہ وہ معذرت کر سکیں ۝ ہلاکت ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٥﴾ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَعَلْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٦﴾ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ

جھٹلانے والوں کے لیے ۝ یہ دن ہے فیصلے کا، ہم جمع کریں گے تمہیں اور پہلوں کو ۝ پس اگر ہے تمہارے لیے کوئی چال

فَكَيْدُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾

تو تم چلو مجھ سے ۝ ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ۝

اس عظیم دن میں، جو جھٹلانے والوں کے لیے بہت سخت ہے، وہ خوف اور سخت دہشت کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے ﴿وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ﴾ ”اور نہ انھیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت کر سکیں۔“ اگر وہ معذرت پیش کریں گے تو ان کی معذرت قبول نہیں کی جائے گی ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَا يُنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ﴾ (الروم: ۵۷، ۳۰) ”پس اس روز ظالموں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ دے گی نہ ان سے توبہ ہی طلب کی جائے گی۔“

﴿هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَعَلْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِينَ﴾ ”یہی فیصلے کا دن ہے، ہم نے تم کو اور پہلے لوگوں کو جمع کیا ہے“ تاکہ ہم تمہارے درمیان تفریق کریں اور تمام خلائق کے درمیان فیصلہ کریں۔ ﴿فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ﴾ ”اگر تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو“ جس کے ذریعے سے تم میری بادشاہت سے باہر نکلنے کی قدرت رکھتے ہو اور میرے عذاب سے بچ سکتے ہو ﴿فَكَيْدُونَ﴾ ”تو تم میرے خلاف تدبیر کرلو۔“ یعنی تمہیں ایسا کرنے کی قدرت حاصل ہے نہ طاقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَعْشَرَ الْجِبْنَ وَالْإِنسَ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَالْتَفِدُوا ۖ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ (الرحمن: ۳۳، ۵۵) ”اے جن وانس کے گروہ! اگر

تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل بھاگو، تم طاقت کے بغیر نہیں نکل سکتے۔“ اس دن ظالموں کے تمام حیلے باطل ہو جائیں گے، ان کا مکرو فریب ختم ہو جائے گا، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر دیں گے اور ان کی تکذیب میں ان کا جھوٹ، ان کے سامنے صاف ظاہر ہو جائے گا۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾ ”اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے۔“

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ﴿٣١﴾ وَفَوَٰكِهِ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٣٢﴾ كُلُّوْا وَاشْرَبُوْا

بلاشبہ متقی لوگ سایوں اور بہتے چشموں میں ہونگے اور (لذیذ) میووں میں ان میں سے جو وہ چاہیں گے (کہا جائیگا) تم کھاؤ اور پیو

هٰنِئِثًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾

مزے سے بدلے اس کے جو تم عمل کرتے (بلاشبہ ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں نیک کرنے والوں کو)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٥﴾

ہلاکت ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل تکذیب کے لیے عذاب کا ذکر فرمایا اس لیے محسنین کے لیے ثواب کا بھی تذکرہ کیا، چنانچہ فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ﴾ ”بے شک پرہیزگار“ یعنی جو اپنے اقوال، افعال اور اعمال میں تکذیب سے بچنے والے اور تصدیق سے متصف ہیں اور وہ واجبات کو ادا کیے اور محرمات کو ترک کیے بغیر متقی نہیں بن سکتے ﴿فِي ظِلِّ﴾ متنوع اقسام کے خوبصورت اور خوش منظر کثیر درختوں کے سائے میں ہوں گے ﴿وَعُيُونٍ﴾ اور خوش ذائقہ پانی اور شراب وغیرہ کے رواں دواں چشموں میں ہوں گے ﴿وَفَوَٰكِهِ مِمَّا يَشْتَهُونَ﴾ اور بہترین اور لذیذ ترین میوہ جات، جو وہ چاہیں گے، ان میں ہونگے۔ ان سے کہا جائے گا: ﴿كُلُّوْا وَاشْرَبُوْا﴾ کھاؤ پیو، مزے دار مرغوب کھانے اور لذیذ مشروبات پیو ﴿هٰنِئِثًا﴾ یعنی کسی روک ٹوک اور تکدر کے بغیر۔ اس کھانے کی خوشگوار کیسے ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ جنت کے مطعومات اور مشروبات ہر آفت اور نقص سے سلامت ہوں گے یہاں تک کہ اہل جنت کو یقین ہوگا کہ یہ طعام و شراب منقطع ہوں گے نہ ختم ہوں گے۔ ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ پس تمہارے اعمال ہی وہ سبب ہیں جنہوں نے تمہیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں پہنچایا۔ اسی طرح ہے ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر احسان کرتا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾ ”بے شک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ اگر یہ ہلاکت اور خرابی صرف ان نعمتوں سے محرومی ہی ہوتی تب بھی یہ حزن و غم اور حراماں نصیبی کے لیے کافی ہے۔

كُلُّوْا وَتَمْتَعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

(جھٹلانے والو!) تم کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑا سا یقیناً تم مجرم ہو ہلاکت ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۵۰ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اُرْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ۝۵۱ وَ یَلَّیْ

جھٹلانے والوں کے لیے ۝ اور جب کہا جاتا ہے ان سے رکوع کرو تم تو نہیں رکوع کرتے وہ ۝ جاہلی ہے

یَوْمَیْذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝۵۱ فَبِأَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ ۙ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲

اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے ۝ پس کس بات پر اس (قرآن) کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ ۝

یہ تکذیب کرنے والوں کے لیے تہدید و وعید ہے کہ اگرچہ انھوں نے دنیا میں کھایا پیا اور لذات دنیا سے فائدہ اٹھایا اور عبادات سے غافل رہے مگر وہ مجرم ہیں اور اسی سزا کے مستحق ہیں جس کے مستحق مجرم ہوتے ہیں، لہذا عنقریب ان کی لذات منقطع ہو جائیں گی اور تاوان اور نقصان باقی رہ جائیں گے۔ ان کا ایک جرم یہ ہے کہ جب انھیں نماز، جو کہ سب سے زیادہ شرف کی حامل عبادت ہے، کا حکم دیا جاتا اور ان سے کہا جاتا تھا: ﴿اُرْكَعُوْا﴾ ”رکوع کرو“ تو حکم کی تعمیل نہیں کرتے تھے۔ پس کون سا جرم اس سے بڑھ کر اور کون سی تکذیب اس سے زیادہ بڑی ہے؟ ﴿وَلَیْلٍ یُّوْمَیْذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ﴾ ”اس دن ہلاکت ہے جھٹلانے والوں کے لیے“ ان کی ایک ہلاکت یہ بھی ہے کہ ان پر توفیق کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے اور وہ ہر بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔

پس جب انھوں نے اس قرآن کریم کو جھٹلا دیا جو علی الاطلاق صدق و یقین کے بلند ترین مرتبے پر ہے ﴿فَبِأَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ ۙ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ”تو اس کے بعد وہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے؟“ کیا وہ باطل پر ایمان لائیں گے جو اپنے نام کی مانند ہے جس پر کوئی دلیل تو کجا، کوئی شبہ بھی قائم نہیں ہوتا؟ یا وہ کسی مشرک، کذاب اور کھلے بہتان طراز کے کلام پر ایمان لائیں گے؟ پس نور مبین کے بعد گھٹا ٹوپ اندھیروں کے سوا کچھ نہیں رہتا، صدق کے بعد، جس پر قطعی دلائل و براہین قائم ہوں، صریح بہتان اور کھلے جھوٹ کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا جو صرف اسی شخص کے لائق ہے جس سے یہ مناسبت رکھتا ہے۔ ہلاکت ہے ان کے لیے، وہ کتنے اندھے ہو گئے ہیں! اور براہوں ان کا، کس قدر خسارے اور بد بختی کا شکار ہو گئے ہیں! ہم اللہ تعالیٰ سے غفواور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ وہ بخیر اور صاحب کرم ہے۔

